حدیث قدسی (روزے کا اجر وثواب)

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یقول اللہ عزوجل: کل عمل ابن آدم له الا الصیام فهو لي وأنا أجزي به ، إنما يترك طعام و شرابه من أجلي فصيامه لي وأنا أجزي به ، كل حسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف إلا الصيام فهو لي وأنا أجزي به .))

(مسند احمد:١٢/ ٤٦٢)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لیے ہے مگر روزہ صرف میرے لیے ہے تو میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اس نے اپنا کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑا، اس طرح اس کا یہ روزہ صرف میرے لیے بن گیا تو اس کا بدلہ بھی میں ہی دوں گا۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے مگر روزہ صرف میری خاطر ہے، اس لیے اس کا اجر وثواب بھی صرف میں ہی دوں گا۔''

روزہ؛ معدے کی پرستش سے نجات کا ذریعہ

انسان کی مذہبی اور اخلاقی تاریخ دراصل اسی کشمکش کی کہانی ہے، چنانچہ جب کبھی اس کی پہلی طبیعت غالب آئی اور اس کو اقتدار حاصل ہوا تو اس نے رہبانیت کی داغ بیل ڈالی اور زندگی میں مبالغہ کی حد تک تقشّف، مباحات وطبیعات سے انکار اور نفس پر ظلم کا راستہ اختیار کیا اور جسم کو اذیت پہنچانے اور نفس کو فقر وفاقہ میں مبتلا کرنے کو عین سعادت قرار دیا، اس نے رات رات بھر جاگنا شروع کیا اور آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی، قرون وسطیٰ کے یورپ میں عیسائی راہبوں کے واقعات جو سب کو معلوم ہیں دراصل اسی جذبے کے آئینہ دار ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کا جسم اور عقل دونوں کمزور ہو گئے، خاندانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور انسانی سوسائٹی سخت خطرے سے دوچار ہو گئی، انسان اس منصب خلافت سے کنارہ کش ہو گیا جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالی تھی، اس نے جدوجہد اور ذمہ داری کے میدان کو چھوڑ کر فرشتوں کو اپنا آئیڈیل بنا لیا اور ان کا محسود اور مسجود بننے کے بجائے خود ان پر رشک وحسد کرنے لگا۔

کبھی اس میں حیوانی صفات اور ارضی وجسمانی رجحانات کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ عقل وشریعت کی ہر بندش اور اخلاق وروحانیت کی ہر گرفت اور بالادستی سے آزاد ہو کر مادہ اور معدہ کے تیز دھارے میں بہنے لگا اور اپنی جسمانی ونفسانی خواہشات اور مادی تقاضوں کی تسکین اور تکمیل کے لیے ہر کام کرنے پر تیار ہو گیا اور اس کے لیے اس نے کسی حد، مقدار اور نصاب کی رعایت بھی ملحوظ نہ رکھی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے روح اور دل کی انگیٹھیاں بالکل سرد ہو گئیں، عقل اور ضمیر سکڑتے گئے اور معدہ نے اتنا طول وعرض اختیار کر لیا کہ بعض وقت پورے پورے خاندان کی غذا اور خوراک ایک انسان کی ہوس ''نائے ونوش'' کے لیے ناکافی ثابت ہونے گی، اس کے جسم میں ایک ایسا مصنوعی اور خیالی معدہ اور ایک ایسی جوع البقر پیدا ہو گئی جو کھانے کی بڑی سے بڑی مقدار اور غلہ کے وافر ذخیروں سے بھی نہ بجھتی تھی، اس کے نتیجے میں قدرتی طور پر ایسے مظالم اور جرائم وجود میں آئے جنھوں نے انسان کو ایک بے رحم اور پھاڑ کھانے والا درندہ بنا دیا، جو نہ صرف بنی نوع انسان بلکہ خود اپنے خاندان کے افراد کو پھاڑ کھاتا اور نگل لیتا ہے، تاریخ کی یہ ساری جنگیں اور مہم جوئیاں (جہاد کو مستثنیٰ کر کے جو خالص دینی مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے) دراصل اسی شخصی انانیت یا جماعتی عصبیت، حرص وطمع، توسیع پسندانہ جذبات، اقتدار کی ہوس اور طاقت کے جنون کا مظہر ہیں۔

معدہ کی پرستش اور اس کے مہلک اثرات:

جب یہ حیوانی جبلت انسان پر غالب آتی ہے اور زندگی کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے اور انسان کے احساسات وجذبات اور اعصاب اس کی مکمل گرفت میں آجاتے ہیں اور سارا انسانی نظام ''معدہ'' کے گرد گردش کرنے لگتا ہے تو پھر انسان اور اس کی خواہشات کی تکمیل کے راستہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی، اس کے نفس پر ہر وہ چیز گراں اور شاق ہوتی ہے جو اس کی خواہش کی راہ میں مزاحم ہو یا اس کو اس کا انجام یاد دلائے، حساب وکتاب اور جزا وسزا کی تلقین کرے، بعض اوقات اس کی پوری پوری عمر گزر جاتی ہے اور پرسکون دل، بے دار دماغ، اور زندہ ضمیر کا کوئی لمحہ اس کو نصیب نہیں ہوتا، عبادت اور ذکر الٰہی سے اس کی طبیعت پر گرانی اور بوجھ محسوس ہوتا ہے اور اس کو اس میں یا اس طرح کی چیزوں میں قدرتی طور پر کوئی لذت معلوم نہیں ہوتی۔ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

12 رمضان المبارک 1435ھ جمعۃ المبارک 11 تا 17 جولائی 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دار الدعوة السلفية

شمارہ 28 جلد 66

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاکر
- حماد الحق نعیم

0321-8080139

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاکر

مینیجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4786507

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

سعادت کی زندگی

محمد سلیم چنیوٹی

رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں تیزی سے ہم سے جدا ہورہی اور گنتی کے یہ چند دن ہیں جو ہاتھ کے پوروں پر گنے جارہے ہیں۔خوش نصیب وکامران تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے اوقات اُن لوگوں کی طرح گزارتے ہیں جنھوں نے اس بات کی گواہی دی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں۔اور اگر ان کو اللہ تعالیٰ حج کی توفیق سے نوازتا ہے تو وہ حج بیت اللہ اور عمرہ مقدسہ کے لیے حرمین شریفین کے سفر کی کوشش کرتے ہیں۔

ایمان دار لوگوں کی نشانیوں میں سے ایک بڑی اہم نشانی یہ ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا، خالق ورازق اور عبادت کے لائق مانتے ہیں، اللہ کے فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتب پر اور اس کے بھیجے گئے رسولوں اور پیغمبروں پر ایمان، آخرت کے دن اور تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لانا ایک مومن کامل کی نشانیاں ہیں۔یہ دنیا فانی ہے۔نظر دوڑائی جائے تو گزشتہ سال کتنے مسلمان اور جان پہچان رکھنے والے ایسے افراد تھے جو اب اس دنیا میں نہیں رہے اور ان کے اعمال بھی اُن کے جانے کے بعد ختم ہوگئے۔سوائے ان صدقات جاریہ کے جن کا نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اُصولوں کے مطابق گزارتے ہیں۔دنیا بھی ہر انسان کی ضرورت ہے کہ ہر انسان نے اس میں زندگی گزارنی ہے اور اسے کمانا یہ تو دنیاداری ہے اور زندگی کا امتحان ہے کامیاب وہی انسان ہے جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے لے اور دنیا کمائے بھی تو آخرت کو مدنظر رکھ کر کمائے۔

ہم غور کریں کہ ہم نے اپنی زندگی میں کتنی نیکیاں کی ہیں اور کتنی زندگی برائیوں میں کھپائی ہے تو مثبت نتائج کا گراف بہت ہی نیچے نظر آتا ہے۔ جہاں تک اعمال کا معاملہ ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل ہی ہو تو انسان اعمالِ خیر کی طرف رغبت کرتا ہے وگرنہ الامان والحفیظ۔

یہ عالم رنگ وبو کب سے قائم ہے اور کب تک رہے گا؟ یہ کسی کے علم میں ہے اور نہ ہوگا کہ انسان اس سے بے خبر ہے۔یہ دنیا بہ ظاہر اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم نظر آتی ہے کہ بوسیدگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔سورج کی طرف دیکھیں، یہ چمکتا، دمکتا اور روشن نظر آتا ہے۔چاند کو دیکھیں بڑا خوب صورت، جاذبِ نظر اور ٹھنڈک والی روشنی دیتا ہے۔آسمان کی طرف دیکھیں تو یہ صاف شفاف اور بغیر ستونوں کے حدنظر سے بھی آگے کھڑا ہے۔زمین اپنی تمام تر رعنائیوں، رونقوں، عمارتوں، باغات، پھلوں اور پھولوں سے لدی پھندی نظر آتی ہے یاد رکھنا چاہیے، غفلت میں زندگی گزارنے والوں کو کہ ایک دن یہ سارا نظامِ کائنات لپیٹ دیا جائے گا اور یہ کارخانہ ہست وبود نیست ونابود کردیا جائے گا۔اس کے درہم برہم ہونے کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا'' دیکھا جائے تو سورج ایک اہم سیارہ ہے۔یہ زمین سے کروڑہا میلوں کی مسافت پر قائم ہے۔اس کا درجہ حرارت کتنا ہے، کوئی بتانے سے قاصر ہے۔اس کے باوجود یہ دنیاوی زندگی برقرار رکھنے میں ایک کردار ادا کرتا ہے، اس سے روشنی، توانائی اور گرمی حاصل ہوتی ہے اور جس سے زندگی کی بہاریں کھلتی ہیں۔پودوں پر پھل پھول اور کھیتوں میں سبزیاں لہلہاتی ہیں اور نظام دنیا چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ستارے آسمان کی زینت ہیں، مسافر جب سمندروں میں سفر کرتے ہیں تو ان کی سیدھ میں چل کر اپنی منزل کا راستہ معلوم کرتے ہیں۔ستاروں کی مدد سے رات کا وقت بھی معلوم کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا:﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ ''جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔''

پہاڑ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ یہ بلندو بالا ہیں جن پر برفباری ٹھنڈک کا سماں پیدا کرتی ہے۔ اور یہی پانی بن کر دریاؤں میں روانی کا باعث بنتے ہیں۔ ان پہاڑوں سے بجری بنا کر خوب صورت عمارتوں کو مضبوط بنایا جاتا ہے۔ سیاح حضرات اسے سر کر کے کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتے ہیں۔

انسان کے غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے جنھیں ربّ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور جب تک وہ چاہے گا یہ سب قائم و دائم رہیں گے مگر ایک دن یہ سب کچھ ختم ہو کر رہ جائے گا۔ سورج لپیٹ دیا جائے گا، چاند اور ستارے بے نور کر دیے جائیں گے اور یہ بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ یہ دن قیامت کا دن ہوگا۔ نظامِ کائنات نسیًا منسیاً ہو جائے گا۔ اس دن کی ہولناکیوں سے دل اور دماغ دہل جاتے ہیں۔ اعمال نامہ ہر انسان کے ہاتھ میں ہوگا ہر انسان نفسی نفسی پکارے گا۔ جزا و سزا اعمال کے مطابق ہی ملے گی۔ اس لیے ہمیں اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کی سعی کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کی مغفرت کی وسعت کی اُمید کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ وما توفيقي الا بالله

....

دین کی دعوت اور اشاعت کی توفیق رب کریم نے جن افراد کو بخشی ہے وہ یقیناً خوش نصیب ہیں کہ اس ہی کی برکت ہے کہ آج مساجد میں رونقیں ہیں۔ قرآن کریم سنا، پڑھا اور سمجھا جا رہا ہے۔ حدیث مصطفی ﷺ کی تدریس، تفہیم و تبلیغ ہو رہی ہے۔ تقلید جامد کی زنجیریں کٹ رہی ہیں اور تحقیقی کاوشوں کے ذریعے صراطِ مستقیم کی راہ معلوم ہو رہی ہے۔ ۱۹۸۰ء میں دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفہیم، تبلیغ و اشاعت کے لیے ایک ادارے ''دارالدعوۃ السلفیۃ'' کی بنیاد رکھی گئی، حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے جس طرح اپنی زندگی سادگی سے گزاری اور ساری عمر پڑھنے پڑھانے اور لکھنے لکھانے میں صرف فرما دی وہ اہل علم و دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اُنھوں نے دارالدعوۃ السلفیۃ کی لائبریری میں سب سے پہلے اپنا اندوختہ یعنی اپنی جمع کردہ کتب کو رکھا اور پھر ان کتب میں ایسے اضافے ہوتے گئے کہ کبھی یہ کتب ایک منزل میں سما گئی تھیں کہ دوسری منزل کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اللہ کریم نے اپنا فضل فرمایا اور اس نے اپنے بندوں کے ذریعے سے دوسری منزل کے لیے اسباب مہیا فرما دیے۔ جب دوسری منزل تیار ہوگئی تو اس میں بعض شخصی کتب خانے (کتب خانہ مولانا عبدالمجید سوہدروی، کتب خانہ حضرت مولانا عبدہ الفلاح، کتب خانہ حضرت مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہما اللہ) بھی آ گئے اور یہ کتب دوسری منزل میں سما گئی تھیں کچھ عرصے بعد مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ کا کتب خانہ بھی آ گیا تو اسے دارالدعوۃ کی مسجد میں الماریوں سمیت رکھا گیا ہے۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' جو جماعت کا قدیم اخبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور احباب کے بھرپور تعاون سے یہ بھی ۱۹۴۹ء سے جاری ہے اور الحمدللہ یہ احباب کا تعاون ہی ہے کہ اس کی ایک مدہم سی روشنی اور بھینی خوشبو سے اہل علم فیض یاب ہو رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جس طرح مہنگائی کا عفریت جبڑے کھولے اور پنجے گاڑے ہوئے ہے یقیناً اس سے کوئی بھی فرد محفوظ نہیں رہا۔ درالدعوۃ السّلفیہ کے پانچ شعبے......سلفیہ لائبریری، المجلس العلمی السّلفی، مسجد، مدرسہ مصباح القرآن اور ہفت روزہ الاعتصام......اپنی بساط کے مطابق مصروفِ عمل ہیں۔ سالانہ اخراجات میں بجلی، گیس، فون کے بل، تنخواہ عملہ، خرید کتب، ماہانہ تبلیغی پروگرام، اخبارات و رسائل کی جلد بندی، مہمان نوازی کے علاوہ ضرورت کے مطابق ادارے میں تعمیر و ترتیب اور اس کے لوازمات کے مصارف ہوتے رہتے ہیں۔ ادارے کی مکمل باڈی اور مجلس عاملہ موجود ہے جو اپنے اجلاسوں میں اس کا جائزہ لیتی رہی ہے۔ مگر اصل بات تو اس ادارے سے تعاون کی صورت ہے جو احباب کے مخلصانہ تعاون اور ادارے پر اعتماد و یقین سے ممکن ہے۔ ہمارے پاس الفاظ نہیں کہ ہم کیسے اپنے احباب کا اور معاونین کا شکریہ ادا کریں کہ وہ اپنی خصوصی دلچسپی سے مالی تعاون سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے رزق حلال میں برکت فرمائے اور انھیں اللہ کے دین کے لیے مزید خرچ کرتے رہنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ یاد رہے کہ دارالدعوۃ السّلفیہ کا کوئی سفیر نہیں۔ معاون حضرات خود تشریف لاتے ہیں، فون پر رابطہ کرتے ہیں یا بذریعہ ڈاک اپنا تعاون ارسال کرتے ہیں موجودہ حالات میں اخراجات ایک پہاڑ بن چکے ہیں اور وسائل ہمیشہ محدود ہی رہتے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ دیگر اداروں کے ساتھ اس ادارے کو بھی اپنی محبتوں میں دائما یاد رکھیں۔ بذریعہ آن لائن یا منی آرڈر اپنا تعاون ارسال کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کریم سب مسلمانوں کو سعادت کی زندگی گزارنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

درس قرآن قسط نمبر ۶۱

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

حکم قربانی کا انکار:

خواب کے ذریعے قربانی کے اس حکم پر باپ بیٹا قربانی کے لیے تیار ہو گئے اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے خواب سچا کر دیا۔ تو یہ صورت، حکم پر عمل سے پہلے نسخ ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا: "هذا اصح ماقيل في هذا الباب" "اس باب میں سب سے صحیح قول یہی ہے۔" (قرطبی: ۱۰۲/۵)

مگر بعض وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ حقیقی قربانی کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ انھیں دکھایا گیا کہ وہ ذبح کے لیے بیٹے کو لٹا رہے ہیں تو اُنھوں نے غلطی سے سمجھ لیا کہ مجھے قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ اصل مفہوم سے بالکل خارج بات ہے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اصل حقیقت کو سمجھ ہی نہیں پائے اور غلطی سے اُنھوں نے اسے حکم سمجھ لیا۔ اگر یہی حقیقت ہوتی تو بدلے میں مینڈھا ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے جس فکر کی تردید کی ہے، خود اسی فکر کے حاملین کے الفاظ دیکھیے کتنی جرأت رندانہ سے علامہ محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری (م ۱۱۱۹ھ) لکھتے ہیں:

"فقد ظن انه مأمور بذبح الولد علی طريقة الخطأ في الاجتهاد والغلط في التعبير."

(فواتح الرحموت مع المستصفی: ۲/ ۶۵)

"ابراہیم علیہ السلام نے اجتہادی غلطی اور تعبیر میں خطا کی وجہ سے سمجھ لیا کہ انھیں بیٹے کو ذبح کا حکم دیا گیا ہے۔"

مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ خواب میں اشارہ دیے گئے حکم کی قابل تعریف والہانہ تعمیل کو خطائے اجتہادی اور غلط تعبیر قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے خلیل کے اس عمل وکردار کی ﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ کہہ کر تصویب وتحسین کی اور فدیے کے طور پر مینڈھا بھجوا دیا مگر ہمارے فقہاء کو اس میں ابراہیم علیہ السلام کی غلطی وخطا محسوس ہوتی ہے۔ نعوذ بالله من شرور أنفسنا.

علامہ محبّ اللہ بہاری کے اس موقف کا پس منظر کچھ اور ہے۔ مگر بعض ملحدین نے بھی یہی بات کہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خواب کی تعبیر میں غلطی ہو گئی تھی، چنانچہ غلام احمد پرویز، مولوی احمد دین، خلیفہ قادیانی بشیر الدین محمود احمد بھی یہی بات کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر از قادیانی (ص: ۴۸۶)، تفسیر بیان للناس از احمد دین، جوئے نور (ص: ۱۵۴، ۱۵۵)، تفسیر مطالب الفرقان از غلام احمد پرویز (۲۵۰/۳)

علامہ شبلی وغیرہ کا غلط موقف:

نہایت افسوس کی بات کہ علامہ شبلی نعمانی نے بھی سیرت النبی (۱/ ۹۹-۱۰۱) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس تعمیل ارشاد کو اجتہادی غلطی قرار دیا اور یہی بات مولانا حمید الدین فراہی نے "الرأي الصحيح" میں کہی ہے کہ اصل مقصد بیٹے کو کعبہ کی خدمت کے لیے نذر چڑھانے کا تھا مگر ابراہیم علیہ السلام نے اسے بیٹے کو ذبح کرنے پر محمول کر لیا۔ بلکہ حیرت ہے کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی پہلے استاد محترم کی رائے کے مطابق یہی سمجھا کہ مقصود اسماعیل علیہ السلام کی جسمانی قربانی نہیں روحانی قربانی تھا کہ خانہ کعبہ کی خدمت گزاری اور دین حنیف کی تبلیغ کے لیے خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ (مقالات سید سلمان:

۳/۲۳۱،۲۳۷) مگر کچھ عرصہ بعد سیرت النبی ﷺ کی طبع چہارم کے حواشی میں اس غلط فہمی کا یوں ازالہ فرمایا:

''ہیچ مدان جامع کا ذوق اس مقام پر اس واقعے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اجتہادی غلطی ماننے سے اِبا کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، جو محبت الٰہی سے سرشار تھے، خطائے اجتہادی سے نہیں بلکہ غلبہ شوق اطاعت ومحبت میں اس حکم الٰہی کی تعمیل اپنی طرف سے بالکل بعینہ وبلفظہ کرنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ اس ابتلا میں وہ اللہ کے حضور پورا اُتریں اور اپنی طرف سے بیٹے کی جان کی قربانی کی جگہ اس کی خدمت تو قیر وتولیت کعبہ کے لیے وقف کر دینے کی تاویل کا سہارا لے کر نفس کی متابعت کے شبہ اور دھوکے سے بھی پاک رہیں۔'' (حواشی: ۱/۱۰۰)

مولانا فراہی کے رسالہ ''الرأی الصحیح'' کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے ''ذبیح کون ہے؟'' کے نام سے کیا۔ وہاں مولانا اصلاحی خاموش رہے مگر تدبر القرآن (۱/۳۲۵) میں اس حکم کو اُنھوں نے حقیقی ذبح کے معنی ہی میں لیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''ان کو دشت غربت میں اکلوتے اور محبوب فرزند کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ہوا اُنھوں نے بے دریغ اس بازی کے لیے بھی آستینیں چڑھالیں ...... اللہ تعالیٰ نے خواب میں ایک اشارے کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کو ذبح کر دینے کا حکم دیا، نہ اس کی علت وحکمت واضح فرمائی نہ اس کا اجر وانعام بیان فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تو اس خواب کو صرف خواب کا درجہ بھی دے سکتے تھے اور چاہتے تو اس کی کوئی تعبیر بھی نکال سکتے تھے لیکن جس طرح اس کائنات کی ہر چیز خدا کے کلمہ ''کن'' کی تعمیل کرتی ہے، اس کو نہ تو اس کے فلسفے سے بحث ہوتی نہ اس کے اجر وثواب سے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے ہر کلمے کی تعمیل کی، نہ اس کا فلسفہ پوچھا نہ اس کا اجر وثواب معلوم کیا۔ حکم ہوا آگ میں کود پڑو، کود پڑے۔ حکم ہوا وطن چھوڑ دو، چھوڑ دیا۔ حکم ہوا بیٹے کی گردن پر چھری چلا دو، اس کو پچھاڑ دیا۔ یوں تو ان امتحانات میں سے ہر امتحان نہایت کٹھن تھا۔ لیکن خاص طور پر بیٹے کی قربانی والا امتحان تو ایک ایسا امتحان تھا جس پر پورا اُترنا تو الگ رہا، اس کا تصور بھی ایک عظیم امتحان تھا۔''

رہی بات ''خانہ کعبہ کی خدمت گزاری کے لیے نذر چڑھانے کی'' تو مولانا اصلاحی نے ہی لکھا ہے:

''یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بیت اللہ نہ تعمیر ہوا تھا اور نہ عبادت کے لیے کوئی متعین قبلہ ہی تھا۔''

(تدبر القرآن: ۶/۴۸۶)

اس لیے خانہ کعبہ کے نذر چڑھانے کی بات ہی فضول ہے، ثبت العرش ثم انقش.

﴿سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ فرماں بردار بیٹے نے کہا کہ جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزریں اگر اللہ نے چاہا تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ اس جملے میں اسماعیل علیہ السلام کے انتہائی ادب اور انتہائی عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ اولاً: ان شاء اللہ کہہ کر اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ نیکی کی توفیق اور معصیت سے اجتناب اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ہو سکتا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

عمل ہی کیا ارادے میں بھی انسان مستقل بالذات نہیں چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾

[التکویر: ۲۹]

''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

﴿سَتَجِدُنِيٓ﴾ کے لفظ میں اگرچہ مستقبل میں تاکید کا پہلو ہے مگر مستقبل کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ کل کوئی کیا کر پائے گا۔ انسان پختہ عزم کر لیتا ہے مگر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مَا تَدۡرِيۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا﴾[لقمان: ۳۴]

''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا:

﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا﴾[الکهف: ٦٩]

''اگر اللہ نے چاہا تو تُو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْيۡءٍ إِنِّي فَاعِلٞ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ﴾[الکهف: ۲۳، ۲۴]

''اور کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہہ کہ میں یہ کام کل ضرور کرنے والا ہوں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

اس لیے مستقبل کے معاملات میں اپنے آپ پر کتنا ہی اعتماد ہو مگر اس کے باوجود ان شاء اللہ کہنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ یہی سبق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے الفاظ سے حاصل ہو رہا ہے کہ میرے رب نے چاہا تو میں صبر کروں گا، اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ بلکہ یہ تو میرے رب کا احسان ہوگا کہ مجھے صابر بنا دے۔

ثانیاً: یہاں اُنھوں نے ﴿مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ کہا کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے، یعنی احکام و اوامر پر صبر و استقلال سے پابندی کرنے والے اور بھی بہت ہیں اور ان شاء اللہ آپ مجھے ان میں شامل پائیں گے۔ اس سے نیکی و اطاعت پر فخر اور خود پسندی کی بجائے ان کی تواضع اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب اللہ کی مشیت پر عمل کو موقوف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں صبر کی توفیق عطا فرمادی۔

رمضان المبارک اور عید الفطر کی مناسبت سے بہترین گفٹ اور عیدی

تحفۃ العروس کا مطالعہ خوشگوار ازدواجی زندگی کی ضمانت

امپورٹڈ کاغذ
عمدہ مظبوط جلد
512 صفحات

- میاں بیوی کے حقوق و فرائض کا دل فریب گلدستہ
- ازدواجی زندگی میں درپیش مشکلات اور مسائل کا حل
- ٹوٹتے، بکھرتے اور ناراض خاندانوں کو جوڑنے کا خوبصورت اسلامی حل

انتہائی رعایتی قیمت
280 روپے
+
ڈاک خرچ 75 روپے



10 یا زائد کتب منگوانے پر ڈاک خرچ بذمہ ماہنامہ صوت الحرمین

تالیف: محمود مهدی استنبولی
تحقیق و تخریج: میاں طاہر

ماہنامہ صوت الحرمین فیصل آباد
ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ سپلائی کالونی فیصل آباد
0314-3010777

احکام و مسائل

قیام رمضان (تراویح) اور اُس کے متعلق بعض مسائل

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

قیامِ رمضان:

تلاوتِ قرآن کی بہترین شکل اسے نماز میں پڑھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی رمضان کی راتوں میں قیام فرمایا اور اس کی ترغیب بھی دی اگرچہ اس کو فرض نہیں گردانا، لأن اللہ تعالی قال: ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا)

اور یہ جو عوام میں تراویح کو روزے کے لیے شرط سمجھا جاتا ہے یہ غلط خیال ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ كان يرغب الناس فی قيام رمضان من غير ان يأمرهم بعزيمة."

(سنن نسائی وغیرہ)

''رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رمضان کے قیام کی خوب خوب ترغیب دیا کرتے تھے اگرچہ اس کو فرض قرار نہیں دیتے تھے۔''

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ ذكر شهر رمضان فقال: ((ان رمضان شهر افترض اللہ صيامه و انی سننت للمسلمين قيامه.))"

(سنن نسائی: ۱/ ۲۵۰ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

''نبی کریم ﷺ نے رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں کا قیام میری سنت ہے۔''

تراویح کی وجہ تسمیہ:

رمضان میں عشاء کے بعد طلوع صبح صادق سے پہلے جو نفلی نماز ادا کی جائے اسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا جو باجماعت تو عہد نبوی ﷺ میں چند دن ہی پڑھی گئی مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا باجماعت بھی اہتمام فرمادیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبی قراءت ہونے کے باعث ہر چار رکعت کے بعد آرام کر لیا جاتا تھا۔ شاید صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے میں اس آرام کا نام ''ترویح'' رکھ لیا گیا جس کی جمع ''تراویح'' ٹھہری۔ اس تعبیر کی اصل آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتی ہے۔ (دیکھیے سنن بیہقی: ۲/ ۴۹۷، فتح الباری: ۲/ ۳۱۵، قیام اللیل، ص: ۹۲، ۹۹)

قیامِ مسنون:

آنحضرت ﷺ تراویح مع وتر گیارہ پڑھا کرتے تھے جس پر مندرجہ ذیل تین حدیثیں صاف طور پر دلالت کرتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دو۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

"عن ابی سلمة انه سأل عائشة: كيف كانت صلاة رسول اللہ ﷺ فی رمضان؟ فقالت: ماكان يزيد فی رمضان ولا فی غيره علی احدی عشرة ركعة." (موطأ امام محمد، ص: ۱۴۳)

یعنی صحیحین اور موطأ امام محمد میں حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ (تابعی) سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے قیامِ رمضان کے متعلق سوال کیا تو اُنھوں نے کہا: آپ کا قیام رمضان اور غیر

رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔''
یاد رہے یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نمازِ تراویح کے ذیل میں لائے ہیں۔

احادیث جابر رضی اللہ عنہ:

① ......''عن جابر قال:صلی رسول اللہ ﷺ فی رمضان لیلة ثمان رکعات والوتر ، فلما کان من قابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیه حتی اصبحنا ، قال: ((انی کرهت وخشیت ان یکتب علیکم الوتر .))''
(فتح الباری:١/ ٥٩٧ ، قیام اللیل للمروزي، ص: ٩٠ ، المعجم الصغیر للطبراني، ص:١٠٨ ، میزان الاعتدال للذهبي:٢/ ٢٨٠ وقال: سنده وسط . وقال القاری الحنفی: ''صح عنه انه صلی لهم ثمان رکعات والوتر . '' مرقاة :٢/ ١٧٤ طبع قدیم مصر)
''آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ رات ہم لوگوں کو باجماعت آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں، اس کے بعد وتر پڑھے گئے۔ دوسری رات بھی ہم مسجد میں اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کا انتظار صبح تک کرتے رہے۔ صبح کو آپ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے آج باجماعت تراویح پڑھنا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تاکہ تم لوگوں پر رمضان کا قیام کہیں فرض نہ ہو جائے۔''
اس روایت کی سند اچھی ہے ۔ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کو دو جگہ صحیح تسلیم فرمایا ہے۔

② ......''جاء أبي بن کعب فی رمضان فقال: یا رسول اللہ ﷺ! کان منی اللیلة شيء قال: ((وما ذاك یا أبي!)) قال: نسوة داری قلن: انا لانقرء القرآن فنصلی خلفك بصلاتك فصلیت بهن ثمان رکعات والوتر ، فسکت عنه وکان شبه الرضاء . ''رواه ابو یعلی وقال الهیثمی: سنده حسن (آثار السنن:٢/ ٥ مصنفہ مولانا نیموی حنفی مرحوم ، نیز قیام اللیل ، ص:٩٠ و سنده وسط)
''حضرت ابی بن کعب نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور آج رات ایک بات ہوگئی ہے، فرمایا: ابی وہ کون سی؟ عرض کیا گھر کی عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ ہم چاہتی ہیں کہ تمھارے پیچھے تراویح پڑھ لیں تو میں نے انھیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیں۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔'' (یعنی اس بات کو پسند فرمایا) اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔
ان تینوں روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں تراویح آٹھ ہی پڑھی گئی ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی آٹھ رکعت پڑھیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آٹھ ہی ادا کیں۔

گیارہ رکعت کا فاروقی حکم:

''محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انه قال: امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس بإحدی عشره رکعة . ''(موطأ امام مالك ، قیام اللیل للمروزی ، ص: ٩١ ، شرح معانی الآثار:١/ ١٧٣)
''سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت (مع وتر) لوگوں کو پڑھایا کریں۔''

ائمہ کے مسالک:

عام کتابوں میں یہی شہرت ہے کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تینوں امام اور ان کے متبعین ''بیس رکعت مسنون'' کے قائل ہیں۔ لیکن ذرا مطالعہ کو وسعت دی جائے تو پتا چلتا ہے کہ ائمہ اور محققین فقہاء بیس رکعتوں کو استحباب کا درجہ دیتے ہیں، سنت موکدہ کا نہیں اس پر قرائن یہ ہیں:

۱: قیام اللیل میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

"کـم مـن ركـعة تـصـلـى فـى قـيـام شـهـر رمـضـان؟فـقـال: قد قيل فيه ألوان نحوا من اربعين ، إنما هو تطوع . "

''قیامِ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ تو فرمایا نفلی نماز ہے بہت سے اقوال و اعمال اس سلسلے میں مروی ہیں، چالیس پڑھ لی جائیں۔''

۲: امام شافعی فرماتے ہیں:

"رأيت الناس يقومون بمكة بثلاث وعشرين وبتسع وثلاثين وليس في شيء من ذلك ضيق . "(فتح الباری:۲/ ۳۰۷)ولا حد ينتهى اليه لانه نافلة وان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن وهواحب الى . (قيام الليل ، ص: ۹۲)

یعنی مکہ میں لوگ بیس پڑھتے ہیں ہیں اور مدینہ میں انتالیس۔ اس پر کوئی خاص پابندی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی حد بندی ہوسکتی ہے کیوں کہ نفلی نماز ہی تو ہے۔ ہاں قیام لمبا کر کے رکعتیں کم کر لی جائیں تو مجھے زیادہ پسند ہے۔ (مثلاً طول قیام کے ساتھ آٹھ رکعات)

۳: امام مالک سے اگر چہ بیس، انتالیس اور چالیس کا قول مروی ہے لیکن اُنھوں نے ترجیح آٹھ ہی کو دی ہے اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ آٹھ رکعت سنت ہیں باقی مستحب۔ امام ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"انا اخذ في نفسي في قيام شهر رمضان الذي جمع عمر عليه الناس احدى عشرة ركعة بالوتر وهي صلاة النبي ﷺ ووجه مااختاره مالك اتفاق اهل المدينة عليه . "

(كتاب الحوادث والبدع للطرطوشی ، ص: ۵۲)

وهو اختيار مالك بنفسه واختاره ابن العربي . (عمدة القاری: ۵/ ۳۷۵)

یعنی امام مالک نے فرمایا: مجھے وہی طریقہ عمل پسند ہے جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا۔ اور وہ ہے وتر سمیت گیارہ رکعت۔ اور وہی رسول اللہ ﷺ کا قیام رمضان تھا اور اسی پر اہل مدینہ کا متفقہ عمل تھا۔

ابوبکر ابن العربی المالکی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

چھٹی صدی ہجری کے مالکی محدث قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں:

"والصحيح ان يصلى احدى عشرة ركعة صلاة النبي ﷺ و قيامه واما غير ذلك من الاعداد فلا اصل له ولا حد فيه واذا لم يكن بدمن الحد فالنبي ﷺ يصلى فوجب ان يقتدى بالنبي ﷺ . "

(عارضة الاحوذی: ۴/ ۱۹ . طبع مصر)

یعنی صحیح گیارہ رکعت ہی ہیں آنحضرت ﷺ کی نماز............ ....باقی نفلوں کی کوئی حد بندی نہیں ہے پس ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اقتدا کی جائے۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ اور دوسرے فقہائے حنفیہ:

آٹھ رکعت تراویح والا مسئلہ اپنے اندر اس قدر دلیل کی طاقت رکھتا ہے کہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ جیسے حنفی فاضل اس کے اعتراف پر

مجبور ہو گئے ہیں حالانکہ علامہ کی تحریروں کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ کو حنفی مسلک کو مدلّل بنانے میں کس قدر دخل ہے۔اس مسئلے پر آپ نے شرح ہدایہ میں بڑی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے اور آخر میں فرمایا ہے:

"فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فيكون سنة وكونها عشرين سنة الخلفاء فيكون مستحبا وظاهر كلام المشائخ ان السنة عشرون ومقتضى الدليل ماقلنا ."(فتح القدير: ٢/ ٣)

''نتیجہ یہ ہے کہ گیارہ رکعت سنت ہیں اور بیس مستحب ہیں اگرچہ فقہائے حنفیہ بیس ہی کو سنت قرار دیتے ہیں لیکن دلیل کا تقاضا وہی ہے جو ہم نے کہا ہے۔''

مصنف البحر الرائق (۲/۲۷) نے اسی مسلک کو پسند فرمایا ہے۔

تراویح باجماعت:

یہ نماز آنحضرت ﷺ نے تو دو چار دن ہی باجماعت ادا فرمائی ہے۔(صحیح بخاری، قیام اللیل للمروزی) ہاں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے باقاعدہ حکم نافذ فرمایا۔اس لیے افضل یہی ہے کہ نماز تراویح باجماعت ہی ادا کی جائے مندرجہ ذیل ایک مرفوع حدیث سے بھی اس پر علماء نے استدلال فرمایا ہے۔اور امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے:

"ان النبي ﷺ وسلم قال: ((اذا قام مع الامام حتى ينصرف كتب له بقية ليلته .))
قال احمد: يقوم مع الناس حتى يوتر معهم ولا ينصرف حتى ينصرف الامام . "

(قيام الليل للمروزي، ص: ١١)

'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اگر قیام (یعنی رمضان کی راتوں میں تراویح کی نماز باجماعت) کی تکمیل امام کے ساتھ کی جائے تو پوری رات کے قیام کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔''اسی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وتر تک امام تراویح کے ساتھ ادا کرنا بہتر ہے۔''

رکعات تراویح کے اثنا میں ذکر:

رکعتوں کے درمیان پڑھنے کے لیے کوئی خاص ذکر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی نہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔(یعنی سبحان ذی الجبروت والملکوت......الخ)

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد کی مقبول عام تصانیف خطباء، علماء، طلباء اور عوام کے لیے یکساں مفید

☆خطبات سورۃ فاتحہ ☆خطبات آیۃ الکرسی ☆خطبات سورۃ یوسف
☆خطبات سورۃ کہف ☆خطبات سورۃ مریم ☆خطبات سورۃ نور
☆خطبات سورۃ یٰسین ☆خطبات سورۃ حجرات ☆خطبات سورۃ تکاثر
☆خطبات سورۃ عصر ☆خطبات سورۃ کوثر ☆خطبات سیرۃ مصطفیٰ ﷺ
☆انوار رمضان ☆توحید اور شرک ☆رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز اور مسنون دعائیں

ملنے کے پتے لاہور۔اردو بازار۔مکتبہ اسلامیہ۔مکتبہ قدوسیہ۔نعمانی کتب خانہ۔اسلامی اکادمی
گوجرانوالا۔اردو بازار۔والی کتاب گھر۔مکتبہ نعمانیہ فیص آباد۔امین پور بازار۔مکتبہ اسلامیہ۔مکتبہ اہل حدیث

علوم ومعارف

قسط نمبر ۲ آخری

اللہ کی ذات اور عقلِ انسان

ذیشان ظفر، سیالکوٹ

عقل کی حدود:

انسانی اور حیوانی عقل کی حدود متعین ہیں، مثلاً حیوانات میں ہوا میں اُڑنے والے، زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے اور سمندری جان دار، ان سب کو اللہ نے عقل سے نوازا ہے مگر ان سب کی عقل کی حدود متعین ہیں۔

عقل سے مراد یہ ہے کہ تمام جان دار اپنی زندگی گزارنے کے تمام طریقوں سے واقف ہیں اور اپنی سوچ سے اتنا کام لیتے ہیں جتنا اللہ کو منظور ہے۔ مثلاً پرندوں کو اللہ نے اس بات کا علم دیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی خوراک کہاں سے حاصل کرنی ہے کون سی چیز کھانی ہے اور کون سی نہیں، کیوں کہ وہ اس بات سے باخبر ہیں کہ کون سی خوراک وہ ہضم کر سکتے ہیں اور کون سی نہیں، وہ مضر اور نقصان دہ چیزوں کو نہیں کھاتے۔ پرندے اپنے گھونسلے بنانے کے طریقوں سے واقف ہیں اور ان کے گھونسلے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جگہ کا تعین بھی ایک دوسرے سے جدا۔ اللہ کی توفیق سے وہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ انڈوں سے بچے کس موسم میں کیسے نکلتے ہیں اور پھر بچوں کی پرورش کرنا بھی وہ بہ خوبی جانتے ہیں۔ کچھ پرندے (مثلاً طوطا) تو پہلے خوراک کو خود چبا کر اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابھی ان کے معدے کمزور ہیں وہ خوراک کو ہضم نہیں کر سکیں گے۔ مگر مرغی جانتی ہے کہ اس کا چوزہ خود خوراک کھا سکتا ہے اور ہضم بھی کر سکتا ہے اس لیے وہ خود اسے نہیں کھلاتی۔ انڈے سے نکلنے والا چوزہ یہ جانتا ہے کہ مرغی میری حفاظت کرنے والی ہے اس لیے وہ کتے اور بلی سے بھاگ کر ماں کے پروں میں چھپ جاتا ہے۔

پرندوں کو اگر پکڑنے کی کوشش کی جائے تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے اُڑتے ہیں۔ اس بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان میں زندگی بچانے کا شعور ہے۔

مذکورہ بحث اس بات کی دلیل ہے کہ پرندے عقل رکھتے ہیں کیوں کہ اللہ نے ان کو Brain بھی دیا ہے اور Spinal cord بھی جو ان کے تمام Voluntary action اور Involuntary action کے ذمہ دار ہیں مگر اس کے باوجود ان کی عقل کی حدود متعین ہیں جسے وہ عبور نہیں کر سکتے۔ پروفیسر ہمبر گر (Humburger) نے اپنی کتاب ''پاور اینڈ فرنجیلیٹی (Power and Fargility) میں مٹن برڈ (Mutton bird) کی مثال پیش کی ہے جو بحر الکاہل میں پایا جاتا ہے۔ یہ پرندہ تقریباً چوبیس ہزار کلومیٹر کا سفر انگریزی ہندسے "8" کی شکل میں طے کرتا ہے اور اس میں اسے چھ ماہ لگتے ہیں اور پھر وہ واپس اسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس نے اپنی پرواز شروع کی ہوتی ہے۔ کیا یہ پرندہ اتنا پیچیدہ اور لمبا سفر عقل کے کرتا ہے؟؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ﴾ [الملك: ١٩]

''کیا اُنھوں نے اپنے اوپر پرندے نہیں دیکھے پَر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے، انھیں رحمان کے سوا کوئی نہیں تھامتا، بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔''

جانوروں کو بھی اللہ نے عقل سے نوازا ہے، مثلاً کتا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اس کی ساری باتیں مانتا ہے، اس کے اشاروں کو سمجھتا ہے، اس کے گھر کی حفاظت کرتا ہے، دوستوں اور دشمنوں کو پہچانتا ہے،

گیند پھینکیں تو پکڑ کر لاتا ہے،اس کی سونگھنے کی حس انسان سے کئی گنا تیز ہوتی ہے جس کے باعث مجرموں کو پکڑنے کے لیےاس سے کام لیا جاتا ہے۔یہ سارے کام عقل کے بنا ممکن نہیں۔سرکس میں تو بہت سے جانور لوگوں کوخوش کرنے کے لیے عجیب وغریب کرتب کرتے ہیں۔

بلی اپنے شکار کو پکڑنے کی ساری چالوں سے واقف ہوتی ہے۔ اسی طرح مختلف جنگلی جانور مختلف طریقوں سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں کوئی سبزی خور ہے تو کوئی گوشت خور،مثلاً ''ہرن'' وہ عقل مند ہے گوشت نہیں کھاتی کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ اس کے پیٹ میں گوشت کو ہضم کرنے والے خامرے (Enzymes) نہیں ہیں۔کچھ بھی کرلیں شیر گھاس نہیں کھاتا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کے لیے اچھی نہیں ہے۔

تمام جانور آپس میں لڑتے ہیں ایک دوسرے کو مارتے ہیں،آپس میں محبت اور پیار بھی کرتے ہیں،کھیلتے بھی ہیں،غصہ بھی کرتے ہیں اور اپنی نسل بڑھانے کے طریقوں سے بھی بہ خوبی واقف ہیں ایک ہی نسل سے تعلق رکھنے والے جانور اپنی اپنی زبان میں ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے ہیں۔

جانوروں کے ایسے تمام معاملات ان میں پائی جانے والی عقل پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے ۔ بڑے بڑے جانوروں کے علاوہ انتہائی چھوٹی سی مخلوق،یعنی چیونٹیوں کی زندگی کا سائنسی مطالعہ کریں تو انسانی عقل حیرت زدہ رہ جاتی ہے۔جیسا کہ جدید سائنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ سب سے زیادہ انسانوں سے ملتی جلتی زندگی چیونٹیوں کی ہے۔اس کا اندازہ درج ذیل نتائج سے لگایا جاسکتا ہے:

۱: کیڑے انسانوں کی طرح مردہ کیڑوں کو دفن کرتے ہیں۔
۲: کیڑوں میں تقسیم کار کا نہایت مہذب نظام موجود ہے،ان میں منیجر،سپروائزر،فورمین اور کارکن وغیرہ پائے جاتے ہیں۔
۳: دوران کام کچھ دیر کے لیے یہ آپس میں ملتے ہیں اور گپ شپ کرتے ہیں۔
۴: ان میں اپنی گفتگو کے ابلاغ کا انتہائی جدید نظام موجود ہے۔
۵: کیڑے باقاعدگی سے منڈیاں لگاتے ہیں جہاں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے۔
۶: موسم سرما میں یہ طویل مدت کے لیے گندم ذخیرہ کرلیتے ہیں اور اگر دانوں میں کونپلیں پھوٹنی شروع ہو جائیں تو کیڑے انھیں کاٹ دیتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ چھوڑ دی گئیں اور انھیں اُگنے کا موقع مل گیا تو یہ جڑیں بنالیں گے۔اگر یہ دانے بارش کی وجہ سے نم دار ہو جائیں تو کیڑے انھیں سورج کی روشنی میں لاکر سکھاتے ہیں اور پھر واپس زیرزمین لے جاتے ہیں کیوں کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نمی سے جڑیں پرورش پاتی ہیں اور اگر ان دانوں کی جڑیں نکلنا شروع ہوگئیں تو وہ کھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

اس کے علاوہ شہد کی مکھی کے متعلق سائنسی معلومات بڑی دلچسپ ہے۔وان فرش (Von Frisch) کو شہد کی مکھیوں کے رویے اور ان کے نظام ابلاغ کے متعلق تحقیق پر 1973ء میں نوبل انعام ملا۔

شہد کی مکھی جب کسی نئے باغ یا پھول کا سراغ لگاتی ہے تو وہ اپنی ساتھی مکھیوں کے پاس جا کر انھیں اس جگہ کی درست سمت حتی کہ وہاں پہنچنے کے لیے نقشہ تک بتاتی ہے۔یہ نقشہ وہ رقص کرتے ہوئے بتاتی ہے ۔معلومات کے تبادلے کا یہ عمل سائنسی طور پر تصاویر اور دیگر طریقوں سے دریافت کیا جا چکا ہے۔کسی انسان کے لیے دوسرے انسان کو اپنے جسم کی حرکات سے دور دراز مقام تک پہنچنے کا درست راستہ بتانا مشکل کام ہے تو کیا سمجھانے کا یہ مشکل کام شہد کی مکھی بغیر عقل کے کرتی ہے؟ یقیناً نہیں!ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ٥ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا﴾[النحل:٦٨،٦٩]

''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو مسخر کیے ہوئے ہیں۔''

سائنسی حوالے سے اس طرح کی بہت سی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن پر انسانی عقل حیرت زدہ ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں تمام جان داروں میں عقل و ذہانت ہوتی ہے جس کے باعث اللہ کی توفیق سے وہ اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہوتے ہیں۔

تمام جان داروں میں عقل و ذہانت کم و بیش ہوتی ہے، مثلاً: کتا بکری سے زیادہ ذہین ہوتا ہے کہ کتے کو بات سمجھانا نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کی حدود بھی متعین کیں ہیں۔ کوئی بھی جانور اپنی عقل کی حدود کو عبور نہیں کرسکتا۔ مثلاً آپ کچھ بھی کرلیں آپ کسی بھی جانور کو کوئی بھی زبان نہیں سکھا سکتے حتیٰ کہ بندر کو بھی نہیں جو انسان سے کافی زیادہ مماثلت رکھتا ہے، وہ انسانوں کی طرح پڑھ لکھ نہیں سکتا نہ آپ اس کو الجبرا سکھا سکتے ہیں نہ سائنس، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام جانوروں کی عقل کی حدود مقرر ہیں، اسی لیے جنگلی حیات برس ہا برس سے ایک ہی طرز پر چل رہی ہے۔ اُنھوں نے کسی بھی میدان میں ترقی نہیں کی۔ جانور نہ سائنس کے میدان میں آگے آئے ہیں اور نہ فلسفے میں انھوں نے کوئی کارنامہ انجام دیا ہے، اُن کی خوراک، اُن کے گھر اور بچوں کی تربیت کرنے کے طریقے ابھی تک یکساں ہیں۔ چڑیا آج بھی ویسے ہی گھونسلہ بناتی ہے جیسے ماضی میں بناتی تھی۔ مکڑی کے جالے اور شہد کی مکھی کے چھتے میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ تمام پرندوں، جانوروں اور حشرات کی عقل ایک متعین دائرے کے اندر ہے وہ صرف اتنا ہی کام کرسکتی ہے جتنا اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے۔

اسی طرح انسانی عقل کی حدود بھی متعین کی گئی ہیں۔ بائیولوجی میں انسان کو بھی جانور کہا جاتا ہے۔ یہ جسمانی اعضاء اور خوراک کے لحاظ سے جانوروں سے ملتا جلتا ہے، مثلاً: انسان ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں، منھ، جلد، بال، ناخن وغیرہ رکھتا ہے اور یہ تمام اعضاء جانوروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ انسان کا نظامِ انہضام مینڈک کے نظامِ ہضم سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔

انسان پودوں اور جانوروں سے خوراک حاصل کرتا ہے اور جانور بھی پودوں اور جانوروں سے خوراک حاصل کرتے ہیں۔ انسان میں خون، دل، دماغ، جگر، گردے، غدود، اعصاب، حرام مغز، تولیدی اعضاء، ہڈیاں، گوشت اور چربی وغیرہ پائی جاتی ہے اور یہ سب جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے بکری۔

بلاشبہ انسان اللہ کے فضل سے ان تمام جانوروں سے زیادہ ذہین ہے اور جانوروں سے زیادہ بہتر کام کرسکتا لیکن اپنی عقل سے زیادہ پھر بھی نہیں کیوں کہ انسانی عقل کی حدود بھی متعین کی گئی ہیں۔ اگر انسان اپنی عقل کی حدود کو عبور کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ پاگل تو ہو سکتا ہے مگر ماورائے عقل کو عقل کے دائرے میں نہیں لاسکتا۔ انسان کی عقل اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتی کہ یہ محدود ہے لامحدود نہیں، اسی لیے اسلام ہمیں اُس کام سے منع کرتا ہے جو ہماری پہنچ سے باہر ہے تاکہ ہم ناقابل تلافی مسائل اور نقصانات سے بچ جائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ [الاعراف: ۳۰]

''بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی ہے، ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالیا اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔''

مادیت اور روحانیت:

اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کرنے والے لوگ مادہ پرست ہیں کیوں کہ ہماری موجودہ زندگی میں مادیت غالب ہے جو نام نہاد موجودہ سائنسی ترقی کا نتیجہ ہے۔ موجودہ دور کے مادہ پرست انسان صرف ان چیزوں پر یقین کرتے ہیں جو اُن کی عقل میں سما جائے اور اُن چیزوں کا انکار کر دیتے ہیں جو سائنسی حدود کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ سائنسی طریقہ کار ہے جس کے مطابق سب سے پہلے کسی متعلقہ مسئلے کے بارے مشاہدے کے ذریعے معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں۔ یہ مشاہدہ حواسِ خمسہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ مشاہدے کی بنیاد پر غور وخوض کے بعد مفروضہ قائم کیا جاتا ہے جس کو مسئلے کا منطقی حل تصور کیا جاتا ہے۔ پھر اس حل کو پرکھنے کے لیے تجربات کیے جاتے ہیں۔ اگر نتائج مثبت ہوں تو حل کو مان لیا جاتا ہے، بہ صورت دیگر رد کر دیا جاتا ہے۔

جن چیزوں کا تعلق روحانیت کے ساتھ ہے وہ سائنس کے مشاہدے میں قطعی طور پر نہیں آسکتیں، مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو معلومات اکٹھی ہوتی ہیں، نہ مفروضہ قائم ہوتا ہے اور نہ تجربہ کیا جا سکتا ہے اور جس پر تجربہ نہ ہو سکے سائنس اُس کو ماننے سے انکار کر دیتی ہے۔ یہ سائنس کی بے بسی ہے جس کو چھپانے کے لیے روحانیت کے وجود کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ روحانیت کی موجودگی سے انکار پوری دنیا میں ایک شخص بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ مادیت اور روحانیت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس کو ہم اللہ کے فضل سے ثابت کرتے ہیں۔

جیسا کہ یہ عیاں ہے کہ انسان کی زندگی مادیت اور روحانیت کا مجموعہ ہے۔ سائنس مادیت کو تو مانتی ہے مگر روحانیت کا انکار کر دیتی ہے جس کے باعث آج تک سائنس کی مشہور شاخ حیاتیات (Biology) زندگی کی تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ انسانی خلیے کا خورد بینی تجزیہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسانی خلیہ حیاتیاتی مالیکیولز (Biomolecules) سے ترتیب پاتا ہے اور پھر ان تمام خلیات سے انسانی وجود تشکیل پاتا ہے۔ یہ بائیو مالیکیولز آکسیجن، کاربن، سوڈیم، کلورین، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم، پوٹاشیم، سلفر، میگنیشیم، آئرن، کاپر، زنک، آئیوڈین، میگانیز اور فاسفورس سے بنتے ہیں۔ ان تمام عناصر میں کوئی بھی عنصر جان دار نہیں ہے۔ انسانی جسم کی بڑھوتری (Growth) کے لیے جتنی بھی خوراک کھائی جاتی ہے وہ بھی بے جان ہے۔ مثلاً: سبزیاں اور گوشت وغیرہ۔ اب سوال یہ ہے کہ بے جان چیزوں سے بننے والا اور بے جان چیزوں سے پرورش پانے والا آخر جان دار کیوں ہے؟ سائنس اور مادہ پرست انسان اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا ان کو ماننا پڑے گا کہ سائنسی علم محدود ہے اور وہ روحانیت پر تجربات کرنے سے قاصر ہے۔

اسی طرح سائنس انسان کی موت کے سامنے بھی بے بس ہے کہ انسان کیسے اور کیوں مرتا ہے۔ سائنس موت کے اس روحانی پہلو کو جاننے سے قاصر ہے جس کے بغیر بے جان بائیو مالیکیولز میں زندگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اسلام روح کے متعلق انسان کی کم علمی ظاہر کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾[بنی اسرائیل: ۸۵]

''آپ کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔''

صرف زندگی اور موت کی مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان روحانیت سے انکار نہیں کر سکتا ہے اس کے علاوہ ہمیں اُن تمام روحانی طاقتوں کو تسلیم کرنا پڑے گا جو اس دنیا میں موجود ہیں، مثلاً: جادو، کالا علم، ٹیلی پیتھی، چھٹی حس، علم نجوم، ہپناٹزم (ان علوم کا ذکر حلال وحرام کے حوالے سے نہیں کیا بلکہ اثباتِ وجود کے لیے کیا گیا ہے) جس پر دنیا بھر میں کثیر تعداد میں ان لوگوں کی شہادتیں موجود ہیں جو کسی نہ کسی طرح ان علوم سے متاثر ہوئے ہیں۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے ان علوم کے وجود انکار نہیں کرتے۔ لیکن سائنس ان کے سامنے بے بس نظر آتی ہے، کیوں کہ سائنس ان کے متعلق

سائنسی معلومات(Scientific data) اکٹھا کرنے سے قاصر ہے جس کی بنیاد پر تجربات کیے جاتے ہیں۔لہٰذا اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ روحانیت موجود ہے اور سائنس کا انکار بے دلیل ہے:

﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴾[النجم:۲۸]

''حالانکہ انھیں اس کا علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بے شک وہم (گمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔''

مزید برآں وہ تمام اُمور جن کا تعلق انسان کی نفسیات سے ہے،اس کے متعلق بھی سائنس خاموش ہے،مثلاً:پسند اور ناپسند۔آپ اس بات سے آگاہ ہیں کہ ہر شخص کی پسند اور ناپسند علیحدہ ہے کسی کو کالا رنگ پسند ہے تو کسی کو سفید،سائنس اس کی توجیہ پیش کرنے سے بھی قاصر ہے!

اس کے علاوہ بے شمار ایسے روحانی دلائل موجود ہیں جن کے آگے سائنس بے بس نظر آتی ہے۔سائنس کو ان مسائل کا سامنا اس وقت تک کرنا پڑے گا جب تک وہ روحانیت کو تسلیم نہیں کر لیتی۔لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جب زندگی اور موت کی حقیقت جاننے سے سائنس قاصر ہے تو اللہ رب العزت،جو اس ساری کائنات کا پروردگار ہے،وہ اس کے بارے کیسے جان سکتی ہے۔لہٰذا حقیر سے پانی سے پیدا ہونے والے انسان کو ان کاموں سے باز رہنا چاہیے جو اس کی دسترس سے باہر ہیں۔انسان کی زندگی کا مقصد صرف اپنے مالک حقیقی کی فرماں برداری ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ مگر صورت حال یوں بن چکی ہے:

❁....﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ [الروم:۲۹]

''بلکہ بات تو یہ ہے کہ یہ ظالم تو بغیر سمجھ بوجھ کے اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں ، اس کو کون راہ دکھا سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کر دے؟ ایسے لوگوں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں۔''

❁....﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾[لقمان:۲۰]

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ نے تمھارے لیے کام پر لگا دیا ہے اور اس نے اپنی تمام ظاہری و باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں،(اس کے باوجود)لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے جب کہ اس کے پاس نہ علم ہے نہ ہدایت اور نہ کوئی روشنی دکھانے والی کتاب ہے۔''

❁....﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾[طه:۱۱۰]

''وہ لوگوں کے اگلے پچھلے حالات کو جانتا ہے اور لوگ (اپنے)علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''

❁....﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾[الحج:۳]

''اور(دیکھو)کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم(ودلیل)کے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔''

مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے فتنے کی پیش گوئی اور اس کا حل پیش کرتی ہیں جس سے اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے:

①......جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگ ہمیشہ کہتے رہیں گے یہ کیا ہے یہ کیا ہے یہاں تک کہ کہیں گے کہ

ساری مخلوق کواللہ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کوکس نے پیدا کیا ہے؟'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

② ...... ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کواللہ نے پیدا کیا تو اللہ کوکس نے پیدا کیا؟ تو جو آدمی اس طرح کا کوئی وسوسہ اپنے دل میں پائے تو وہ کہے میں اللہ پر ایمان لایا۔''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان)

③ ......ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے تو کہتا ہے کہ اس طرح اس طرح کس نے پیدا کیا یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے رب کوکس نے پیدا کیا تو جب وہ یہاں تک پہنچے تو اللہ سے پناہ مانگو اور اس وسوسے سے اپنے آپ کو روک لو۔''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان)

ہمارا کام صرف حق بات پہنچانا ہے، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁.....﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾[الروم: ۵۲،۵۳]

''سو آپ (اے پیغمبر!) نہ تو مُردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں جب کہ وہ چل دیں پیٹھ پھیر کر۔اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ پر ڈال سکتے ہیں، آپ تو صرف انھی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ایمان رکھتے ہوں ہماری آیتوں پر اور وہ فرماں بردار ہوں۔''

❁.....﴿قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝﴾[الانبیاء: ۴۵]

''کہہ دیجیے! میں تمھیں اللہ کی وحی کے ذریعے آگاہ کر رہا ہوں مگر بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انھیں آگاہ کیا جائے۔''

تنبیہ:

حقیقت واضح ہونے کے بعد اگر کوئی جان بوجھ کر گمراہی کی طرف جانا چاہتا ہے اور سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے کو اپناتا ہے تو ایسے گناہ گار کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝﴾[النساء: ۱۱۵]

''اور جس نے مخالفت کی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی، اس کے بعد کہ واضح ہوگئی اس کے لیے (حق و ہدایت کی) سیدھی راہ اور اس نے پیروی کی اہل ایمان کے راستے کے سوا کسی اور (راستے) کی تو ہم اس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ خود چلا اور ہم اس کو داخل کر دیں گے جہنم میں اور وہ بڑی ہی بری جگہ ہے لوٹنے کی۔''



ضرورت قاری

مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا کے شعبہ تحفیظ القرآن کے لیے مستند، ماہر، تجربہ کار قاری صاحب کی ضرورت ہے۔ جو شعبہ حفظ کو مثالی معیارِ تعلیم کے ساتھ بچوں کی اچھی تربیت کر سکے۔ اپنے کوائف مع شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور فون نمبر ناظم مدرسہ کے نام فوری ارسال کریں۔

المعلن: عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ، اوکاڑا



عقائد واعمال

قسط نمبر ①

قبر پرستی اوراس کے اسباب

مولانا محمد قاسم خواجہ رحمہ اللہ

توحید کے لیے کیا کچھ ہوا:

مسئلہ توحید بہت پرانا ہے، یہ ایک ازلی وابدی حقیقت ہے جتنا اس موضوع پر بولا گیا اور جتنی اس بارے میں گفتگو ہوئی کسی اور مضمون کے لیے اتنا اہتمام نہیں ہوا، اس کی خاطر آسمان سے کتابیں اُتریں، صحیفے نازل ہوئے اور انبیاء ورسل علیہم السلام کی بعثت ہوئی۔ اس کے لیے قربانیاں دی گئیں وطنوں کو خیر باد کہا گیا، اعزاء واقرباء کو چھوڑا گیا، ماریں کھائی گئیں، آروں سے چیرا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے نوچا گیا، خون کی ندیاں بہیں، لہو کے فوارے پھوٹے اور بے بہا قیمتی شخصیات خاک وخون میں تڑپ کر رہ گئیں:

﴿مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا﴾[البقرۃ:۲۱۴]

’’انھیں بیماریاں اور مصیبتیں آئیں اور جھنجوڑ ڈالے گئے۔‘‘

وہی مرغ کی ایک ٹانگ:

لیکن یہ مسئلہ پھر بھی متنازعہ فیہ رہا، شرک آج بھی مائل بہ عروج ہے کفار تو کفار خود مسلمانوں کی اکثریت حقانیت توحید کی ہنوز معترف نہیں ہوسکی:

﴿وَ مَا یُؤۡمِنُ اَکۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمۡ مُّشۡرِکُوۡنَ۝﴾

[یوسف:۱۰۲]

’’خدا تعالیٰ پر اکثر ایمان لانے والے شرک کرتے ہیں۔‘‘

شرک کی بیماری میں صرف جاہل عوام گرفتار نہیں، پڑھے لکھے افراد، ذی فہم وذی شعور لوگ شہر کے ہوش مند ماحول میں بسنے والے لوگ اور اعلیٰ عہدوں وترقی وکامرانی کی اونچی رفعتوں پر پہنچے ہوئے اشخاص امراض شرک میں بری طرح مبتلا ہیں، ان کی قدرتی صلاحیت اور راہ عمل کے درمیان افسوس ناک تضاد نظر آتا ہے:

﴿اِشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰی﴾[البقرۃ:۱۶]

’’انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔‘‘

ایک طرف ان کے چہروں کو ملاحظہ فرمایئے اور دوسری طرف ان کے کردار کی پستی کو، کوئی مناسبت وہاں دکھائی نہیں دیتی۔ مسلمان شان عبدیت سے اتنا نیچے اتر جائے سمجھ سے بالا ہے خدا کی قسم جب ان کو توحید سے ہٹی ہوئی راہوں میں گھرا ہوا پاتا ہوں تو اپنی آنکھوں پر اعتبار کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

توحید ایک واضح مسئلہ:

توحید کا مسئلہ تو نہایت سیدھا سادا اور واضح تھا:

﴿اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾[ابراھیم:۱۰]

’’کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔‘‘

لیکن یار لوگوں کی ہٹ دھرمی اور بے محل عصبیت نے اس میں بڑی الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖۤ﴾[الزمر:۶۷]

’’اور اُنھوں نے اللہ کی کما حقہ قدر نہیں پہچانی۔‘‘

توحید ایک حقیقت:

بعض مسائل آنکھیں بند کر کے ضرورت یا خوش اعتقادی کے تحت مان لیے جاتے ہیں چاہے ان کی اصلیت کچھ ہو یا نہ ہو، توحید اس سے ماوراء ہے۔ یہ مبنی بر مصلحت نہیں، ایک ناقابل تردید حقیقت ہے:

﴿اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾[النحل:۲۲]

’’تمھارا معبود صرف ایک ہے۔‘‘

کلمۂ توحید:

توحید یہ ہے کہ ہم خدا کو ایک مانیں ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور صرف اسی کی پرستش کریں، اس عقیدے کی سب سے اچھی اور جامع مانع تعبیر یہ ہے: ''لا الہ الا اللہ '' (نہیں کوئی لائق عبادت کے مگر ایک اللہ) اس کے برعکس جو کچھ ہوگا شرک ہوگا۔

علیٰ وجہ البصیرت:

ہمارے بھائی شرک کرتے ہیں جسے شریعت کی اصطلاح میں ظلم عظیم اور اکبرالکبائر کہا گیا ہے، یہ منحوس گناہ ان کے مذہب کا جزو اعظم ہوکر رہ گیا ہے، یہ رگ ان کی اس قدر نازک ہوتی ہے جسے چھیڑ دیا جائے تو پیچ وتاپ کھاتے ہیں، یعنی اگر کوئی انھیں احساس دلائے کہ آپ لوگ مسلمان ہوکر کیا کر رہے ہیں تو بجائے سوچنے کے اُلٹا برا مانتے ہیں:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝﴾ [الزمر:۴۵]

''جب تنہا اللہ کا نام لیا جائے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب غیروں کا ذکر کیا جائے تو خوش ہوتے ہیں۔''

گویا ان کے نزدیک اس بنیادی عقیدے کے متعلق غور کرنا بھی مہاپاپ اور بہت بڑی گستاخی ہے حالانکہ قرآن کی زبان میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

﴿عَلٰى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ [یوسف:۱۰۸]

یعنی میں اور میرے پیروکار علیٰ وجہ البصیرت اور ٹھوک بجا کر ایمان لائے ہیں۔

مومن کا عقیدہ اندھا دھند نہیں ہوتا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۝﴾ [الفرقان:۷۳]

''اور جب ان کے سامنے اپنے رب کی نشانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان پر بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں گر پڑتے ہیں۔'' (اُن کا ایمان سوچ سمجھ کا نتیجہ ہوتا ہے)

اور قبریں عبادت گاہ بن گئیں:

زیادہ تر قبر پرستی مسلمانوں کو لے ڈوبی ہے۔ اس فتنے نے وہ رواج پایا ہے کہ چپ ہی بھلی، کسی خانقاہ میں چلے جایئے قبلہ دوسری جانب ہوگا اور زائرین نہایت رقت اور خضوع وخشوع کے ساتھ قبر کو گھیرے میں لیے دست بستہ کھڑے جھکے جھکے دوزانو بیٹھے سربسجود ہوں گے اور عقیدت واحترام کی ساری حدود پامال کرتے ہوئے وہ حرکتیں کرتے نظر آئیں گے جنھیں کعبۃ اللہ کے بغیر تصور میں بھی نہیں لایا جاسکتا اچھا ہوا حضور علیہ السلام یہ دعا کر گئے:

((اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد. اشتد غضب اللّٰہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد.)) (موطأ امام مالک)

''یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنایئے کہ پوجی جائے۔ سخت ہوا غضب اللہ کا اس قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

ورنہ خدا جانے وہ آج ان مسلمانوں کے ہاتھوں کتنا بڑا سومنات بنی ہوتی۔

ایجنٹوں کی ایڈورٹائزمنٹ:

گدی نشینوں نے ملک بھر میں اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہوتے ہیں جو اصحاب القبور کی خوب ہوائیں باندھتے ہیں، ایسی واہیات کہانیاں مرحومین کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں جو عقل مندوں کے لیے پُر از حماقت لطیفے اور ''مریدان باصفا'' کے نزدیک کرامات ہوتی ہیں، شرح مبین اور عقل سلیم سے یکسر متصادم، یہ انھیں اس طرح مانتے ہیں کہ قرآن کی آیتیں بھی کیا چیز ہیں، یوں شرک کی دکان داری چمک اُٹھتی ہے اور قبر فروشوں کا مدعا حاصل ہوجاتا ہے۔

ان کی کرامتیں:

ان کا عقیدہ ہے دنیا میں کوئی قطب یا بدال ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ میں یہ سوال کرتا ہوں اگر اولیاء کے لیے کرامات کا وجود ناگزیر ہے تو کیا آج کل کوئی ولی نہیں، کیوں ان سے اتنی تعداد میں کرامتیں سرزد نہیں ہو پاتیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑا ولی کون ہوگا بتایا جائے کتنے واقعات کرامت ان سے مروی ہیں۔ کہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں بزرگوں کی وفات کے بعد کہانی نویسوں کی خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں، یا پھر اجازت ہو تو عرض کروں کہ شعبدہ بازوں کو درجۂ ولایت دے دیا جائے کہ ان سے اکثر نادر واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

خوارق:

سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے، خوارق عادات سرے سے ولایت کی نشانی ہی نہیں ہے۔ گورونانک کے سوانح میں بھی ایسے کئی واقعات ملتے ہیں، علامہ رشید رضا رحمہ اللہ نے اپنی کتاب وحی محمدی میں ایک ہندوستانی سادھو کا ذکر کیا ہے جو ناک منہ بند کر کے چالیس روز تک زیر زمین مقفل رہ کر زندہ برآمد ہوا۔ اسے صرف کسی ریاضت کا کمال کہہ سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔ کسب ایک ہتھیار ہے جسے نیک آدمی نیکی اور بد آدمی بدی کی راہ میں استعمال کرتا ہے اُسے ولایت کی علامت قرار دینا خود کو فریب دینا ہے۔ یہی نکتہ نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی کسبی لٹیرے ولیوں کا لبادہ اوڑھ کر بھولے مسلمانوں کی عقیدتوں کو لوٹنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، بزرگی کے لیے کرامت ضروری نہیں تاہم اس کے وجود سے انکار بھی نہیں، جو لوگ عشق الٰہی میں ڈوب جاتے اور اطاعت پیمبری میں اپنے آپ کو گنوا دیتے ہیں تو گاہِ گاہِ ان سے ایسے آثار ظاہر ہو جایا کرتے ہیں، وہ کسب کی طرح ان کے دائرہ اختیار میں نہیں ہوتے کہ جب جی چاہا پٹاری کھولی اور چھومنتر کی جے کریں۔ وہ معجزے کی طرح من جانب اللہ ہوتے ہیں لیکن معجزے کی مانند پبلک کے لیے حجت یا شعبدے کی طرح عوام کے لیے تماشا نہیں ہوتے، پیغمبروں کے معجزات نبوت کی دلیل بن کر سامنے آتے ہیں لیکن کرامتوں کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹا جاتا۔ شیخ احمد رفاعی کا قول ہے اولیاء اپنی کرامات کو عورت کے ایام کی طرح چھپاتے ہیں، لیکن جس طرح معجزات کے معاملے کا قوموں نے غلو کیا یعنی انھیں بجائے نشانِ نبوت کے دلیل خدائی سمجھ بیٹھے اسی طرح بزرگوں کی کراماتی داستانیں سنا سنا کر قوم کو یہی تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا نہ کرے غالباً ایسے ہی لوگ ہوں گے جو دجال کے محیر العقول کارناموں کو دیکھ کر اس پر بھی ایمان لانے سے دریغ نہیں کریں گے۔

شریعت اور طریقت:

ہمارے بھائی ایسے لوگوں کو ولی مان کر سر نیاز خم کر دیتے ہیں جن کا عاقل اور مسلمان ہونا ہی مشکوک ہوتا ہے نماز، روزہ، حرام، حلال اور دیگر آداب کا پتا ہی نہیں اور کہہ دیا جاتا ہے یہ پہنچی ہوئی سرکار ہیں ان کے دل میں خدا کی یاد ہوتی ہے اور انھیں ظاہری شریعت کی ضرورت نہیں۔ ایسا مت کہیے! لائن فقط ایک ہی ہے:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ۱۹]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

یہ مکار بہروپیوں کی شرارت ہے کہ اُنھوں نے اپنے لیے بے عملی کی راہ ہموار کرنے کو ظاہر و باطن کا فرق ایجاد کیا اور خود کو اہل باطن میں سے تصور کر کے ظواہر شریعت سے بے نیاز سمجھ لیا، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الفرقة الناجية هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعًا بما ظهر من الكتاب والسنة و جرى عليهم جمهور الصحابة والتابعين."

''فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ و عمل ظاہر کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین کے طرز عمل کے مطابق ہو۔''

اور غیر ناجیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"كل فرقة انتحلت عقيدة خلاف عقيدة

السلف او عملا دون اعمالهم ."
"ہروہ گروہ جوسلف کے عقیدہ وعمل کے خلاف چلے۔"
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
"فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة والسنة ماسنه رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه اصحاب رسول الله ﷺ ."
(غنية الطالبين، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)
"مومن پر سنت وجماعت کی اتباع لازم ہے۔ سنت وہ ہے جسے حضور ﷺ نے جاری فرمایا اور جماعت جس پر اصحاب رسول متفق ہوئے۔"
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اہل سنت کے امام ہیں:
"قيل للشيخ الجيلانى هل كان لله وليا على غيرا عتقاد احمد بن حنبل؟ فقال: ماكان ولايكون." (طبقات ابن رجب: ۱/ ۲۰۲)
"شیخ جیلانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا کوئی غیر حنبلی عقیدے کا آدمی ولی ہوسکتا ہے؟ فرمایا: کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔"

غالباً سلطان باہو رحمہ اللہ کا قول ہے اگر تمھیں کوئی شخص ہوا میں اُڑ کر پانی پر چل کر اور آگ کھا کر بھی دکھلا دے لیکن اس کی زندگی سنت کے مطابق نہ ہو تو پاؤں سے دونوں جوتے اُتار کر اس کے سر پر تڑ تڑ مارنے لگ جاؤ، یہ ولی نہیں۔

نبی علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام اور بعد کے فقہاء وآئمہ رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی شریعت سے مستغنی نہیں رہا کیا یہ لوگ اصحاب طریقت اور اہل باطن نہ تھے؟

انھوں نے جن بے عمل قسم کے لوگوں کو اپنی ارادتوں کا مرکز بنایا ہوتا ہے انھیں ولی کہنے کی بجائے بہتر ہے کہ پاگل خانے بھیج دیا جائے۔ یہ مجذوب نہیں پاگل ہیں۔

موت کے بعد بھی؟

جھوٹی یا سچی جو بھی کرامات بیان کی جاتی ہیں وہ اولیاء کی زندگی سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا سلسلہ حیات منقطع ہو جانے کے بعد یہ بھی ساتھ ہی رخصت ہوگئیں اعتبار نہ ہو تو آج انھیں کیسے کچھ ظاہر فرمائیں، جب وہ اپنی کرامات کے اعادے پر قادر نہیں تو ان سے کیوں کر توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ آپ کی بھی کچھ مدد کریں گے۔

بڑے لوگوں کی قبر پرستی:

ہمارے ان نادان بھائیوں کے لیے بڑی حوصلہ افزا بات جو ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حکام کبھی کبھی قبر پرستی کا مظاہرہ فرما دیا کرتے ہیں، کسی خانقاہ میں گئے مزار پر چوما، بہ صد ادب بیٹھے دعا کی اور عجز و نیاز کیا، اللہ بہتر جانتا ہے ان کے دل میں عقیدت ہوتی ہے یا نہیں تاہم ان کی مراد ضرور بر آجاتی ہے وہ یوں کہ اس طور سے مریدوں کا دل البتہ جیت لیا جاتا ہے جو بہ وقت ضرورت کام آتا ہے ارادت مند دھوکا کھا جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں جب جب اتنے بڑے بڑے اِدھر کا رخ کرتے ہیں تو یہاں ضرور کچھ بات ہے۔ حالانکہ شاید انھیں علم نہیں یا عمداً نظر انداز کر جاتے ہیں کہ یہی لوگ کلبوں، ناچ گھروں، اور شراب خانوں میں بھی جایا کرتے ہیں، بلکہ اکثر ان کی وہیں پہ گزرتی ہے خانقاہوں میں تو ان کا آنا کبھی کبھار ہوتا ہے جو خوب مشتہر کر دیا جاتا ہے۔ اس مزار میں خاص بات کیا ہوتی ہے یوں کہیے ان کی نیت میں خاص بات ہوتی ہے۔ اگر وہ سچے دل سے روحانیت کے معتقد ہوں تو کسی زندہ عالم بالکتاب والسنۃ کے پاس جائیں جو ان حاکموں کو جھنجوڑ کر بتائے کہ تم کیا کر رہے ہو اور کیا کرنا چاہیے جیسا کہ نیک دل حکام کا طریق رہا ہے۔

﴿أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً﴾ :

قبر پرستی کی طرف میلان کا باعث ایک یہ بھی ہے کہ انھیں خدا نظر نہیں آتا اور قبر آنکھوں کے عین سامنے فن تعمیر کا بہترین شاہکار پیش کر رہی ہوتی ہے:

﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ o وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ o﴾

[الصافات:۹۵،۹۶]

''کیا عبادت کرتے ہو اس چیز کی جسے خود تراشتے ہو۔ حالانکہ تمھارا اور تمھارے اعمال کا خالق خدا ہے۔''

مومن کا ایمان بالغیب ہوتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾[البقرۃ:۳]

''وہ غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔''

جنھوں نے خدا تعالیٰ کو بالمشافہ دیکھنے پر اصرار کیا تھا ان پر بجلی گرائی گئی:

﴿ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾

[النساء:۱۵۳]

''(قوم موسیٰ نے کہا:) ہمیں اللہ کو لاکر دکھا تو ان کے ظلم کی وجہ سے انھیں بجلی نے آدبوچا۔''

ہماری آنکھیں اصلی معبود کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴾

[الانعام:۱۰۳]

''اسے نظریں نہیں پاتیں اور وہ نظروں کو پالیتا ہے۔''

مومن بصارت سے نہیں بصیرت سے خدا کو دیکھتا ہے۔ یہی مقام احسان ہے:

((ان تعبد اللّٰه كانك تراه ، فان لم تكن تراه فانه يراك .))(صحيح بخاری ، صحيح مسلم)

''تُو بندگی کرے اللہ کی گویا تُو اسے دیکھتا ہے۔ اتنا نہیں تو یہ یقین کرلو وہ تجھے دیکھتا ہے۔''

اگر ہم ضروری کچھ چاہتے ہیں تو مساجد کو خدا کا گھر سمجھ کر رونق بخشیے:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

''اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے۔''

لیکن اس قوم کی مسجدیں غیر آباد ہیں اور خانقاہیں رونق کا بازار!

ڈر کے مارے:

یہ سمجھتے ہیں یہاں ان کی شنوائی ہوتی ہے۔ انھیں مصیبت میں پکارتے ہیں بہ وقت ضرورت یاد کرتے ہیں اور اپنی حاصل شدہ کامیابی کو بھی انھی کی مرہون منت قرار دیتے ہیں۔ اُنھیں یہ اندیشہ ہوتا ہے اگر وہاں نذرونیاز اور چڑھاوا نہ دیا تو سرکار بہت ناراض ہوں گے اور ہم پر تباہی نازل ہونے لگے گی، اُنھوں نے خانقاہوں کو وہی حیثیت دے رکھی ہے جو ہندو وغیرہ اپنے دیوتاؤں کو دیتے ہیں، مشرکین نفع سے زیادہ عتاب سے بچنے کے لیے اپنے معبودوں کے آگے نمسکار کیا کرتے ہیں۔

وہی کارساز ہے:

اگر ہم مسلمان ہیں تو مسلمان سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا، وہی ہمارے فائدے اور نقصان کا مالک ہے، قبروں سے گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں، میں یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے بغیر کوئی کسی کا بال بھی بانکا نہیں کرسکتا، یہ خوداعتمادی بلاوجہ نہیں، اس یقین کا سہارا قرآن کی آیتیں ہیں:

❁.... ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾[التغابن:۱۱]

''نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔''

❁....﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾[يونس:۱۰۷]

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے سوائے اس کے کوئی دور نہیں کرسکتا اور اگر تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔''

جب یہ بات ہے تو ہم اوروں سے کس لیے مدد کے طلب گار ہوں، فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾[الجن:۱۸]

''پس نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔''

آدمی مدد کے لیے اُسے پکارے جسے کچھ اختیار ہو اور وہ کچھ کر بھی سکے:

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ [الاحقاف:٤]

''کہہ دیجیے: مجھے بتاؤ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دکھاؤ اُنھوں نے زمین سے کیا پیدا کیا یا ان کے لیے شراکت ہے آسمانوں میں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جسے پکارا جائے لازم ہے کہ وہ تھوڑا بہت خالق یا زمین و آسمان کے ساتھ کچھ ملکیتی تعلق رکھتا ہو۔ اوروں کو تو چھوڑیے مجھے یقین ہے کوئی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بھی خیال نہیں کرے گا کہ وہ خالق یا کائنات میں خدا کے ذرا بھی شریک ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ○﴾ [السباء:٢٢]

''کہہ دیجیے: پکارو تم جن کو خدا کے سوا سمجھتے ہو وہ زمین و آسمان میں ایک ذرے کے مالک بھی نہیں ہیں اور نہ ان میں ان کا کچھ حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔''

خدا اینڈ کو:

جب ایسی بات ہے تو امداد کے لیے خدا کے علاوہ کسی کو بھی پکارنا قرآن کی رُو سے باطل ٹھہرا، شرک صرف یہ نہیں کہ ہم خدا کی طرح ایک اور خدا مانیں۔ کسی کمپنی میں ایک پیسے کی شرکت بھی شراکت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کائنات میں ادنیٰ اختیار بھی کسی کا مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا ہم نے اللہ تعالیٰ کو اکیلا نہیں رہنے دیا بلکہ خدا اینڈ کو بنا دیا ہے۔

وہ جواب دیتے ہیں ہم تو صرف سفارش کے لیے عرض کرتے ہیں، گزارش یہ ہے کہ یہی قصور تو کفار مکہ کا تھا وہ کیوں قابل گردن زدنی قرار پائے!

شفاعت:

❁.....﴿وَیَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس:١٨]

''اور کہتے ہیں: یہ اللہ کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں۔''

❁.....﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی﴾ [الزمر:٣]

''ہم تو انھیں صرف اس لیے پکارتے ہیں کہ خدا کے قریب کر دیں۔''

سفارش کی ضرورت ہی کیا ہے انسان براہِ راست بھی خدا سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو بے خبر اور کمزور ہے جو ہماری سن نہ سکے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ [آل عمران:١١٩]

''بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتیں جانتا ہے۔''

نہ ہی تنگ ظرف ہے جو اس کی رحمت ہم گناہ گاروں کا احاطہ نہ کر سکے:

﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾ [الاعراف:١٥٦]

''اور میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔''

نہ ہی تنگ دست ہے جو ہمیں دے نہ سکے:

﴿یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ [المائدة:٦٤]

''اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔''

نہ ہی اس کے خزانوں میں کمی ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ﴾ [الحجر:٢١]

''اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔''

نہ ہی وہ تھک کر اپنے عہدہ اُلوہیت سے ریٹائر ہو گیا ہے:

﴿هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ [البقرة:٢٥٥]

''جیتا ہے سب کو تھامنے والا ہے اسے اُونگھ اور نیند نہیں آتی۔''

اور نہ ہی اس نے اپنے اختیارات کسی کو سونپ دیے ہیں، ساری مخلوق اس کی مملوک ہے۔ایک مالک غلام پر لاکھ مہربان ہو لیکن اسے اپنی ملکیت اور جائیداد میں حصہ دار بنانے پر کبھی تیار نہیں ہوتا۔ پھر خدا کے متعلق یہ بات کیوں روا رکھی جاتی ہے:

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ﴾[الروم:۲۸]

''اللہ تعالیٰ نے تمھاری اپنی مثال دی، ہم نے جو تمھیں دیا ہے کیا اس میں تمھارے غلام برابر شریک ہو سکتے ہیں۔''

اُنھوں نے واسطوں کا التزام کر کے درحقیقت خدا کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی جرأت ایک مسلمان کو نہیں ہو سکتی۔

وسیلہ:

اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گناہ گاروں کی بات سننا خدا شاید گوارا نہیں کرے گا تو اولاً: یہ بات درست نہیں ہے، اللہ ہر کسی کی سنتا ہے۔ثانیاً: اس صورت میں کوئی حرج نہیں کسی صالح اور مستجاب الدعوات کی طرف رجوع کر لیا جائے لیکن وہ کم از کم زندہ تو ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام کی معرفت دعا کرایا کرتے تھے لیکن وفات کے بعد کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر دعا کی درخواست لے کر نہیں گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام جب وفات پا گئے تو دعائے استسقا کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جاتے اور کہتے:

"اللهم انا كنا نتوسل اليك نبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون." (صحيح بخاری)

''خدایا ہم اپنے نبی کو وسیلہ پکڑتے تھے تو ہم پر بارش کر دیا کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو ہم پر بارش برسا۔انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہیں پس بارش ہو جاتی۔''

لیکن یہ مسئلہ فقط جواز کے لیے ہے اسے کوئی لزوم یا ہمیشہ استحباب پر محمول نہ کر لے ورنہ ہماری دعائیں جو نماز و دیگر اوقات میں بلا وسیلہ خدا سے مانگی جاتی ہیں رائیگاں چلی جائیں اگر انھیں خدا سن سکتا ہے تو کیا ہماری مرادیں ہی اس کے لیے ناقابل فہم ہیں؟

ایک اور بات ذہن نشین کیجیے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے وسیلہ تو بنایا لیکن اپنی دعاؤں میں اسے خطاب نہیں کیا، دعا خدا ہی سے مانگی ہے اس میں وسیلہ کی اگر حیثیت ہے تو صرف اتنی کہ جتنی نماز میں امام کی ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)



قاری عبدالرزاق نثار کو صدمہ

مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث چنیوٹ کے خطیب مولانا قاری عبدالرزاق نثار کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی صالحہ خاتون تھیں۔احباب ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

انتقال پر ملال

راقم کے چچازاد بھائی عبدالرزاق والد حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم (چنیوٹ) ۴ جولائی ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک خوش اخلاق انسان تھے۔اُنھوں نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے اور بیوہ سوگوار چھوڑے ہیں۔قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین (محمد سلیم چنیوٹی)



تاریخ اسلام

مسجد؛ عہدِ نبوت میں

بشیر انصاری ایم۔اے، گوجرانوالہ

مسجد صرف عبادت خانہ ہی نہیں ہے بلکہ اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے مسجد کو دنیوی سود و بہبود کا مرکز بھی بنا دیا ہے اور اس طرح دین و دنیا کے فرضی امتیاز کا قلع قمع کر دیا ہے۔ عبادت ہر جگہ ادا ہو سکتی ہے اور اس کے لیے مسجد کی کوئی تخصیص نہیں۔

اسلام نے سابقہ امم کے علی الرغم مسجد کو عظمت و توقیر تو عطا کی لیکن عبادت کے لیے وسعت پیدا کر دی۔ چونکہ مسلمانوں کی تمام زندگی اسلام کے تابع تھی اس لیے زندگی کے تمام اہم معاملات مسجد ہی میں طے ہوتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ بیت الحرام دنیا کا سب سے پہلا معبد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ o﴾[آل عمران: ۹۶]

''بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہ مکہ میں ہے برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا راہ نما ہے۔''

یہ وہی گھر ہے جسے بیت اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کا حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ یہی بیت اللہ آج بھی مسلمانوں کا ملی اور دینی مرکز ہے۔ عہد نبوت میں ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے جو مسجد تعمیر کی گئی وہ مسجد قبا ہے کیوں کہ ہجرت کے وقت آپ نے سب سے پہلے اسی مقام پر نزول اجلال فرمایا تھا۔ اس مسجد کی بنیاد کی سب سے پہلی اینٹ خود رسالت مآب ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔ قرآن مجید نے اس مسجد کی رفعت و عظمت کا یوں اعتراف فرمایا ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾[التوبة: ۱۰۸]

''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔''

اس کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مسجد نبوی کی تعمیر شروع کروائی۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے تین مساجد کی عظمت و شوکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

((لاتشدد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا.))

''کجاوہ نہ باندھو مگر تین مسجدوں کے لیے: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد، یعنی مسجد نبوی۔''

یہ تو تین مساجد کا تذکرہ تھا۔ عام مسجد کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی طرف فرمائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے:

﴿وَّأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا o﴾ [الجن: ۱۸]

''مسجدیں اللہ ہی کی ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ تعمیر مساجد مشرکوں کا کام ہی نہیں بلکہ مومن لوگ ہی مساجد کی تعمیر کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من بنی لله مسجدًا بنی الله له مثله بيتا فی الجنة.))

''جو اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد تعمیر کرواتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مثل اس کا گھر جنت میں بناتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین مقام مسجدیں اور مبغوض ترین مقام بازار ہیں۔

ان ارشادات سے مسجد کی رفعت، اہمیت اور پاکیزگی بالکل واضح ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عہد نبوت میں مسجد کو اس وقت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جب مسلمانوں نے عمرانی اور سیاسی وحدت کے ارتقا کے لیے آزادی حاصل کی۔ اسی مقام پر اسلام کی دو اہم خصوصیات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اولاً: اسلام اجتماعی اور معاشرتی زندگی کو اپنی تعلیمات میں بہت اہمیت دیتا ہے۔ ثانیاً: اسلام ایسی جامع اور اکمل زندگی کا لائحہ عمل پیش کرتا ہے جس میں سیاست دین کا ایک جزو بن جائے۔ کیوں کہ اسلام، مذہب اور سیاست کی دوئی کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ مذہب وسیاست کی علیحدگی اسلام کے نزدیک یکسر باطل ہے۔ مثلاً ایک مسلمان نماز کا پابند ہوتے ہوئے اسلام کے معاشرتی اور اخلاقی قوانین کو نظر انداز کر دیتا ہے اس طرح وہ خدا کو یاد تو کر لیتا ہے لیکن اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ خدا سے محبت اور ادائے نماز کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے قول وفعل میں ہم آہنگی ہو۔ اس کی شخصی اور اجتماعی زندگی اسلام کے تابع ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی ہے جو باقاعدگی سے مسجد میں نہیں آتے اور وہاں کے اجتماعات سے استفادہ نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے:

﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

یعنی رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

بہ الفاظ دیگر نماز باجماعت ادا کرو اور نماز باجماعت مسجد ہی میں ادا ہوتی ہے۔ اس سے نماز باجماعت کا تعلق جو مسجد سے وابستہ ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جمع ہو کر نماز باجماعت ادا کرنا دین کا ایک بڑا شعار ہے۔ مسجد میں حاضر ہونے کی اہمیت حضور علیہ السلام کے ایک ارشاد سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک نابینے صحابی کو بھی گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ اسے مسجد میں آنے کا حکم دیا تھا۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں مسجد دراصل مرکزِ حیاتِ اسلامی تھی مسلمانوں کا ملی مرکز یہی مسجد تھی۔ تمام مذہبی اُمور مسجد ہی میں ادا ہوتے تھے۔ یہاں مذہب اپنے وسیع ترمعنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اس میں سیاستِ دینی وملکی بھی شامل ہے اس وقت مسجد امامت سیاست اور مذہب دونوں کا مرکز ہوتی تھی۔ اس وقت امیر مملکت کا یہ فرض ہوتا تھا کہ وہ نماز میں امام بھی بنے خطبہ جمعۃ المبارک بھی دے اور نزاعی معاملات کا فیصلہ بھی کرے۔ وقت آنے پر جنگ میں سپہ سالار اعلیٰ بھی ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑی ذمہ داری اور بہت بڑا اعزاز ہوتا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کا حجرہ مبارک مسجد سے بالکل متصل تھا اور وہ مسجد کو مشاورت خانہ اور مہمان خانہ کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھ کر مسلم اور غیر مسلم وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد کئی صدیوں تک حکمران یا منظم مملکتوں کا مرکزی دفتر مسجد ہی میں رہا۔ بیعت بھی مسجد ہی میں لی جاتی تھی۔ سرکاری احکامات مسجد سے ہی جاری کیے جاتے تھے۔ مجلس مشاورت مسجد ہی میں بیٹھتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مسجد ہی میں متنازعہ فیہ اُمور کا فیصلہ فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ کی سب سے پہلی مسجد، مسجد نبوی کا ایک حصہ بیت المال کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اسی میں زخمیوں کے لیے خیمہ بھی گاڑا جاتا تھا۔ مقدمات کی سماعت بھی ہوتی تھی اور اصحاب صفہ کا مدرسہ بھی یہی تھا۔ مسجد سے مسافر خانے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عہد فاروقی میں اس کے متصل ہی شعر وادب کے لیے جگہ مختص کر دی گئی تھی اس طرح مسجد نبوی سے پارلیمنٹ ہاؤس، یونیورسٹی، عدالت، چھاؤنی اور ہسپتال کا کام لیا جاتا تھا۔ مملکت کی وسعت کے پیش نظر انتظامیہ کے دفاتر کا علیحدہ انتظام کرنا پڑا۔ اس کے باوجود ان دفاتر اور مساجد میں چولی دامن کا ساتھ

رہا۔علاوہ ازیں مسجد معاشرتی مرکز کا کام بھی دیتی ہے کیوں کہ تمام معاشی و معاشرتی اُصول مسجد ہی میں ترتیب دیے جاتے تھے۔ پھر وہاں سے اس کی اشاعت وتبلیغ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

عہد نبوت کی تاریخ شاہد ہے کہ مسجد کی اکثر تقریبات میں بوڑھے، نوجوان، بچے اور عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔عقد ونکاح کا فریضہ مسجد ہی میں انجام پذیر ہوتا تھا۔کھانے کی دعوتوں کا یہیں اہتمام ہوتا۔مسجد دراصل بے گھروں کے لیے گھر، تھکے ماندے مسافروں کے لیے آرام گاہ تھی۔ ہر شخص مسجد میں آرام بھی کرسکتا تھا۔اوراس کے حجروں میں سو بھی سکتا تھا۔قیام کرنے والوں کے اعمال سے پاکیزگی روح کے ساتھ ساتھ ظاہری شستگی نمایاں ہوتی تھی کیوں کہ طہارتِ بدن عبادت کا پہلا زینہ ہے۔

معاملات میں صفائی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لیے لوگ اپنے کاروباری معاہدے مسجد میں طے کرتے تھے۔بنواُمیہ کے عہد تک اس پر عمل ہوتا رہا۔بعدازاں کاروباری معاملات مسجد کے باہر سرانجام پانے لگے۔جس کے بعد مسلمانوں نے عیش وعشرت کی زندگی اختیار کی اور اسلام کے اخلاقی قوانین کو پس پشت ڈال دیا۔اس وقت سے فطری طور پر ان میں اجتماعی زندگی سے دوری پیدا ہوگئی اور اُنھوں نے مسجد کو صرف مذہبی معاملات کے لیے مختص کردیا۔

جناب رسالت مآب ﷺ جہاں تمام دُنیا سے تمام حیثیتوں سے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے وہاں وہ اُمّی ہونے کے باوجود انسانیت کے معلّم اعظم تھے۔آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔مدینہ شریف میں آپ ﷺ نے سب سے پہلے تعلیمی ادارے کا سنگِ بنیاد رکھا اور مسجد ہی میں مسلمانوں کا سب سے پہلا مکتب قائم کیا۔

مسجد نبوی میں تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب کو ''اصحابِ صفہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ہر مسجد میں طلباء کے لیے علیحدہ کمرے ہوتے تھے۔نادار طلباء کا خرچ مکتب کے ذمہ ہوتا تھا۔اس لیے تعلیم کی اشاعت کے سلسلے میں مسجد کی خدمات کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔آج بھی اسلامی علوم کے چراغ مساجد ہی کے دم قدم سے روشن ہیں۔

الختصر عہدِ نبوت میں مسجد ملی مرکزیت کا ایک علامتی نشان تھی۔ جس سے لوگ حقیقی راہ نمائی حاصل کرتے تھے۔اور مسجد لوگوں کے لیے اسلامی جمہوریت کی ایک تجربہ گاہ تھی۔مذہبی معاملات کے ساتھ ساتھ انسانوں کے ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرنے اور باہمی روابط بڑھانے کا ایک موثر ذریعہ تھی۔



بقیہ: فہرست کتب

۲۹۷ء۹ محمدالدین فوق

ف۹۰ت تاریخ حریت اسلام،ص: ۴۶۴۔تاجران کتب علوم مشرقی انارکلی،لاہور۔

۲۹۷ء۹۰۲ محموداحمدعباسی

ع ۲۴۱ت تبصرہ محمودی برہفوات مودودی،ص: ۲۴۸۔مکتبہ محمود کراچی۔

۲۹۷ء۹ خلیل ہراس

ع ۶۷ ت تحریک وہابیت اوراس کا پس منظر،ص:۹۱۔

۲۹۷ء۹۰۲ احمدفاروق (۲عدد)

ف ۱۶۵ات تاریخ رِدَّہ،ص:۱۶۸۔پاک اکیڈمی بک،کراچی۔

۲۹۷ء۹۰۳ محموداحمدعباسی

ع ۲۴۱ت تحقیق مزید بہ سلسلہ خلافت معاویہ ویزید،ص: ۴۹۶۔ مکتبہ محمودلیاقت آباد،کراچی۔

۲۹۷ء۹۰۳ ابوسفیان صدیقی

س۴۴۷ت تجلیات،ص:۲۷۰۔ابوسفیان اکیڈمی،کراچی۔

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

فلسفہ نماز بزبان ناول

مرتب: پروفیسر قاری جاوید انور صدیقی
ناشر: ادارہ معلم القرآن والحدیث، لاہور
ملنے کا پتا: محمدی پبلشنگ ہاؤس، ۱۸/ اُردو بازار، لاہور
ضخامت: ۴۶ صفحات اور کارڈ کور ہے
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

پروفیسر قاری جاوید انور صدیقی حفظہ اللہ ایک محنتی اور جستجوئے مسلسل رکھنے والے استاذ و مترجم ہیں۔ اُنھوں نے تفسیر قرآن پر مشتمل ایک انوکھا مترجم قرآن کریم بھی متعارف کرایا جو لفظی ترجمے اور ساتھ ہی مختصر تفسیر کے ساتھ اپنی مثال آپ ہے۔ اب اُنھوں نے کئی چھوٹے بڑے کتابچے بھی تحریر فرمائے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتابچہ فلسفہ نماز اُنھوں نے ناول جیسے انداز میں مرتب فرمایا ہے۔ نماز ارکانِ اسلام میں سے ہے جو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس کی فضیلت و دوام پر یہ کتابچہ بہ صورت مضمون بڑا مفید ہے۔



قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب

ترتیب: مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ
ضخامت: ۴۸ صفحات
ناشر: محمدی کیسٹ ہاؤس، ۱۸/ اُردو بازار، لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی کے بعد یقیناً انسان موت کی وادی میں جاتا ہے۔ اب بندہ جب اپنے دائمی گھر جنت یا جہنم میں داخلے سے پہلے قبر میں پڑا ہوتا ہے تو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد دنیا والے اس میت کے لیے دعائیں اور ایصالِ ثواب کا بندوبست کرتے ہیں۔ میت کو ایصالِ ثواب شریعت سے ثابت ہے مگر اس حوالے سے جو طریقہ مروج ہو چکا ہے، اس کا ثبوت قرآن و سنت میں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ میت کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی کوئی بھی پروا نہیں کرتا، بلکہ ہر کوئی اپنی خاندانی رسوم کو پورا کرنے کی فکر میں دکھائی دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے رہتے اور فرماتے: اے میرے صحابہ! اپنے اس (میت) بھائی کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کیوں کہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔

ہمارے ہاں محافل میلاد اور میلاد خوانوں کی کمی نہیں اسی طرح میت کے لیے پڑھا پڑھایا قرآن مانگنے والے حضرات و خواتین کی بھی کثیر تعداد ہمیں نظر آتی ہے، چنانچہ ''قرآن خواں'' حضرات رقمیں بٹورتے اور میتوں کو ''بخشواتے'' پھرتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتابچہ ایصالِ ثواب کے سلسلے میں قرآن و سنت کے حوالے سے ہماری راہ نمائی کرتا ہے اور بدعات و رسوم کی بھی نشان دہی کرتا اور ان کی بیخ کنی کرتا ہے۔ احباب اسے ضرور پڑھیں۔



فهرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۹۲ رفیق دِلاوری (۲عدد)
ر ۷ ۴ ا آئمہ تلبیس، (حصہ دوم)، ص: ۴۴۸۔ مکتبہ تعمیر انسانیت اُردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۹.۹ قاری محمد طیب
ط ۹۱ ا اِسلامی تہذیب وتمدن، ص: ۳۲۰۔ اِدارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور۔

۲۹۷ء۹ محمد اسحاق بھٹی
ا ۷۸ ۳ب برصغیر میں اسلام کے اَولین نقوش، ص: ۲۲۴۔ اِدارہ ثقافت اِسلامیہ۔

۲۹۷ء۹۹ عزیز احمد
ع ۷۱ ب برصغیر میں اِسلامی کلچر، ص: ۴۶۴۔ اِدارہ ثقافت اسلامیہ۔

۲۹۷ء۹۰۴
ع ۳۵۴ب البرامکۃ، ص: ۴۳۰۔

۲۹۷ء۹۰۹ عزیز احمد
ع ۷۱ ب برصغیر میں اِسلامی جدیدیت، ص: ۴۰۴۔ اِدارہ ثقافت اسلامیہ۔

۲۹۷ء۹۰۹ ابوالحسن علی ندوی
ح ۴۸پ پندرہویں صدی ہجری، ص: ۶۲۔ مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

۲۹۷ء۹۰۹ محمد قاسم فرشتہ
ت تاریخ فرشتہ (اُردو)، ص: ۵۶۸۔

۲۹۷ء۹ کرم الٰہی
ک ۴۳ت تذکرہ بہادران اسلام، ص: ۵۱۸۔

۲۹۷ء۹ اکبر شاہ خان
ا ۶۱۸ ت تاریخ اِسلام حصہ اول، ص: ۵۶۸۔ عالمگیر الیکٹرک پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۹ اکبر شاہ خان
ا ۶۱۸ت تاریخ اسلام حصہ دوم، ص: ۴۲۸۔ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی۔

۴۹۷ء۹ رحیم بخش
ر ۵۵ت اسلام کی دسویں کتاب الملقب بہ تاریخ لب لباب، ص: ۲۷۶۔ رفاہِ عامہ سٹیم پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۹۰۲ ایم۔ڈی فاروق
ف۱۹ت تاریخ اِسلام کا سنہری دور، ص: ۵۲۸۔ اِدارہ مطبوعات قرآن سنٹر وہسٹری سنٹر۱۱۳-سی، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

۲۹۷ء۹ محمد سلیمان
س ۸۹ ت تذکرہ سادات بنو اُمیہ، ص: ۳۹۸۔ انٹرنیشنل پریس کراچی۔

۲۹۷ء۹ محمد عبداللطیف انصاری
ع ۱۰۴ت تاریخ عالم اسلام، ص: ۲۹۶۔ اکیڈیمک آفسٹ پریس کراچی۔

۲۹۷ء۹ فیلپ حتی
ح ۳۱ت تاریخ ملت (عربی، ترجمہ: ہاشمی)، ص: ۵۸۴۔ انجمن پریس لارنس روڈ، کراچی۔

(باقی صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب و سنت کی اعلیٰ تعلیم کا علمبردار — سلف صالحین کی لازوال یادگار

منفرد و مثالی تعلیمی ادارہ

جامعہ سلفیہ فیصل آباد پاکستان

چند خصوصیات

- ماہرین تعلیم کی زیر نگرانی اعلیٰ تعلیم و تربیت
- صاف ستھرا ماحول، خوبصورت پارک
- قابل ترین اساتذہ
- تعصب اور فرقہ واریت سے پاک تعلیمی ماحول
- مفت رہائش، کھانا، علاج معالجہ
- نصابی کتب کی فراہمی
- مثالی انتظامات
- کشادہ کمرے
- تحقیق و تصنیف کے شاندار مواقع
- ہم نصابی سرگرمیوں میں شمولیت کے بہترین مواقع
- عصری علوم کی تدریس کا شاندار انتظام
- کمپیوٹر لیب۔ ٹیوٹا کے زیر اہتمام ڈپلومہ کمپیوٹر کورس
- آئمہ و خطباء کا ایک سالہ تعلیمی و تربیتی پروگرام
- مدینہ یونیورسٹی، ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ، امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ریاض، کنگ یونیورسٹی ریاض میں داخلہ کے سنہری مواقع

آپ کی زکاۃ و صدقات کا بہترین مصرف

اسلامی معاشرہ کے قیام
کتاب و سنت کی نشر و اشاعت
اور
اسلامی تہذیب و ثقافت
کے احیاء کیلئے

طلبہ جامعہ سلفیہ کے معاون بن کر اپنے اسلاف کے لازوال ورثہ کی آبیاری کیلئے بھرپور تعاون کیجئے

/

اپنا دست تعاون بڑھائیں اور جامعہ سلفیہ کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں حصہ ڈالیں

طالب علم کا ماہانہ
کفالت پروگرام
3200/. روپے صرف

اپنے بچوں کے روشن مستقبل کیلئے جامعہ سلفیہ کا انتخاب کیجئے

10 اگست 2014 سے داخلہ ان شاء اللہ شروع ہوگا

سرپرست اعلیٰ علامہ پروفیسر ساجد میر — صدر جامعہ سلفیہ حاجی بشیر احمد

041-8780274
041-8780374

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 0209-00366572-03 حبیب بینک لمیٹڈ گول کلاتھ برانچ فیصل آباد

اشاعتِ دین کا عظیم مرکز

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

تعاون کی خصوصی اپیل

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ملک کا عظیم و منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے دینی لٹریچر چھپوا کر بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب تک مختلف مسائل پر 415 سلسلہ ہائے تبلیغ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ دین حق کی اشاعت کا یہ سب کام آپ جیسے مخیرّ احباب کے رضا کارانہ تعاون سے انجام دیا جا رہا ہے۔

جامعہ محمدیہ اہل حدیث

ادارہ ہذا کے تحت علاقہ کی معروف درسگاہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث بھی قائم ہے۔ محنتی اور فرض شناس اساتذہ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ میں زیر تعلیم طلباء کے اقامتی و تعلیمی اخراجات جامعہ کی طرف سے برداشت کیے جاتے ہیں۔

شعبہ خدمت خلق

ادارہ ہذا کے تحت شعبہ خدمت خلق قائم ہے۔ جس کے تحت علاقہ کے غریب لوگوں کے گھروں کی تعمیر، موٹر پمپ، ہینڈ پمپ کی تنصیب، غریب مریضوں کے علاج میں اعانت اور غریب طلباء کی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مدد کی جاتی ہے۔

اپیل تعاون

مخیرّ احباب سے پرزور اپیل ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں خصوصی طور پر زکوٰۃ، صدقات مد سے ترجیحی بنیادوں پر تعاون بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بذریعہ بینک

حبیب بینک جام پور اکاؤنٹ نمبر 03-00166008-1107 بنام ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث۔

مسلم کمرشل بینک جام پور اکاؤنٹ نمبر 9-0201000493-1142 بنام جمعیت اہل حدیث جام پور

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بذریعہ ڈاک

مولانا محمد یٰسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور۔ 0333-8556473

عظیم خوشخبری

دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج

روشن مستقبل کی طرف انقلابی قدم

جامعۃ الامام البخاری

اہم خصوصیات

علوم اسلامیہ بمعہ | ایف اے۔ بی اے | فنی تعلیم طب وحکمت، کمپیوٹر

قیام وطعام وفرسٹ ایڈ علاج کی سہولت | لوڈشیڈنگ کا متبادل سولر سسٹم کا انتظام | اخلاقی وروحانی تربیت کا خصوصی اہتمام

دینی وعصری علوم سے آراستہ تجربہ کار سٹاف اور ممتاز ماہرین تعلیم اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں

شرائط داخلہ:

1- میٹرک فرسٹ ڈویژن ترجیح سائنس

2- دو علماء کرام کا تزکیہ

3- والد/ سرپرست کا شناختی کارڈ۔ طالبعلم کے ب فارم کی فوٹو کاپی اور والد یا سرپرست کا ہمراہ آنا ضروری ہے

4- داخلہ سال اوّل میں صرف 20 طلبہ کو پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ملے گا

5- میٹرک کے رزلٹ کے منتظر طلبہ بھی داخلہ لے سکتے ہیں لیکن پاس نہ ہونے کی صورت میں خارج کر دیا جائیگا۔

6- بچے کی کارکردگی ماہانہ ٹیسٹ کی بنیاد پر چیک ہوگی اور مسلسل تین ٹیسٹوں میں اچھا رزلٹ نہ دینے پر ادارہ سے فارغ کر دیا جائے گا۔

7- طالب علم کے بہتر مستقبل کیلئے والدین کا ادارے سے رابطے میں رہنا بہت ضروری ہے۔

آغاز داخلہ

8 جولائی تا 8 اگست 2014 بمطابق 10 رمضان المبارک تا 11 شوال تک
داخلہ فارم جمع کرا سکتے ہیں۔

کلاس کا آغاز

9 اگست 2014 سے ہوگا۔

الداعی الی الخیر

حکیم مبشر علی حسن مدیر جامعۃ الامام البخاری 82 سی حبیب پارک ملتان چونگی، لاہور

0300-4227616 - 0321-4316316

علوم عربیہ کی عظیم قدیمی دینی درسگاہ

دارالحدیث اوکاڑہ

سنن تأسیس ۱۹۵۴ء زیر اہتمام انجمن اہل حدیث رجسٹرڈ اوکاڑا

بانیان ❀ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ابو محمد عبدالجبار محدث کھنڈیلوی رحمہ اللہ ❀ مولانا قاضی محمد رمضان رحمہ اللہ
❀ مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ ❀ صوفی محمد طفیل رحمہ اللہ ❀ موجودہ صدر الحاج محمد انوار الحق
❀ محترم میاں محمد زمان سابق وفاقی وزیر

الحمدللہ دارالحدیث خالص دینی تعلیمی ادارہ جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی تعلیم میں مصروف ہے۔ سیکڑوں علماء وحفاظ تحصیل علم کے بعد ملک وبیرون ملک خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں۔

اساتذہ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی ہر سال بخاری شریف کا درس دیتے ہیں۔ ان کے ہمراہ سات قابل ترین محنتی اساتذہ شعبہ کتب وحفظ میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ جات: ادارہ میں درج ذیل شعبہ جات ہیں۔

① درس نظامی تا دورہ حدیث بمطابق نصاب وفاق ② شعبہ تحفیظ القرآن مع التجوید ③ علوم عصری مڈل، میٹرک تا ایف اے۔
④ کمپیوٹر لیب ⑤ دارالافتاء ⑥ شعبہ تبلیغ ⑦ فری ہومیوڈسپنسری ⑧ شعبہ حفظ وناظرہ

خصوصیات بخاری شریف پڑھنے والے طلبہ کو ماہوار نقد وظیفہ، نظم ونسق پیدا کرنے کی کوشش، اسبوعی اجلاس، سفید وردی، مطالعہ اور نماز باجماعت کی پابندی، اعلیٰ رہائش وخوراک، علاج معالجہ کی سہولت۔

داخلہ: ادارہ میں داخلہ ۱۰ شوال سے شروع ہوتا ہے۔ مڈل میٹرک پڑھے طلبہ کے لیے والدین اپنے بچوں کو دارالحدیث کے بہترین ماحول میں جلد داخل کروائیں۔

تعمیر ادارہ کی ۵ کنال اپنی زمین ہے۔ جس پر تعلیمی بلاک کی تعمیر آخری مرحلہ میں ہے۔ یہ بھی بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

اپیل ادارہ کے جملہ اخراجات آپ احباب کے مالی تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ سالانہ اخراجات ۲۹ لاکھ روپے سے زائد ہیں۔ آپ ماہ رمضان میں اپنی زکوٰۃ وعشر، صدقات وخیرات سے بھرپور تعاون کریں۔

بینک اکاؤنٹ M.C.B 2518-1 راوی روڈ اوکاڑا۔

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ، اوکاڑا۔
044-2521460,0312-4403173

مرکز عمر بن عبد العزیز کا پیغام......اہل اسلام کے نام

صدقہ جاریہ کرنے کا سنہری موقع

برادرانِ گرامی، مخیرّ احباب سے ہم تعاون کی درخواست کے ساتھ حاضر ہیں کہ ایک پلاٹ کا سودا طے کیا گیا ہے۔ بطور زر بیعانہ مبلغ ایک لاکھ چالیس ہزار روپے ادا کر دیے گئے ہیں۔ باقی ۳۶ لاکھ روپے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

توحید و سنت سے دلوں کو منور کرنے، کتاب و سنت کی اشاعت و ترویج کے لیے احباب جماعت بھرپور اور دل کھول کر رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ اپنے لیے، اپنے والدین مرحومین اور عزیز و اقارب کے لیے صدقہ جاریہ کرنے کا اہم موقع ہے۔ جزاکم اللہ خیراً

ترسیل زر کا پتا

خادم العلم والعلماء عبد القادر سلفی انصاری۔ ناظم مرکز عمر بن عبد العزیز، ملانوالہ بائی پاس، پتوکی ضلع قصور۔ فون: 0307-4583946

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 0010029529330013 اے بی ایل پتوکی۔